اللہ
رسول
محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی
دس نصیحتیں
تقریظ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب مدظلہم
تألیف
مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب
(استاذ و مفتی جامعہ حمادیہ)
مکتبہ حمادیہ

تقریظ

پیر طریقت حضرت مولانا عبد الواحد صاحب مدظلہم

تالیف

مولانا مفتی عاصم عبد اللہ صاحب
(استاذ و مفتی جامعہ حمادیہ)

ناشر مکتبہ حمادیہ
شاہ فیصل کالونی ۲ کراچی فون: ۴۵۷۲۵۳۷

نام کتاب: حضور ﷺ کی دس نصیحتیں

مصنف: مفتی عاصم عبداللہ صاحب

صفحات: 115

طبع: چہارم تعداد: بائیس سو (2200)

باہتمام: عاصم برادران سلمہم الرحمٰن

کمپوزنگ: الحماد لیزر کمپوزنگ فون نمبر: 4571263
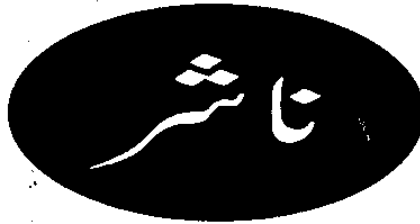
مکتبہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی نمبر۲

کراچی۔ 75230

فون نمبر: 4572537

ای میل ایڈریس مکتبہ حمادیہ

maktabahammadia @ hotmail.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
دوسری نصیحت	۳۹
☆ والدین کی اطاعت کی تاکید	۳۹
☆ والدین کی اطاعت قرآن مجید کی روشنی میں	۴۰
☆ ایک مسئلہ	۴۳
☆ ایک واقعۂ عجیب	۴۴
☆ والدین کی اطاعت حدیث کی روشنی میں	۵۰
☆ والدین کی آغوش میں جنت ہے	۵۲
☆ باپ کی طرف گھور کر دیکھنا عقوق (نافرمانی) میں شامل ہے	۵۴
☆ ماں باپ کی اطاعت کہاں تک؟	۵۵
تیسری نصیحت	۵۷
☆ خشوع وخضوع والی نمازوں پر وعدۂ مغفرت	۶۲
☆ بغیر خشوع وخضوع والی نماز پر وعید	۶۳
☆ پنجگانہ نمازیں گناہوں سے پاکی کا ذریعہ	۶۵
☆ بے نمازیوں کا حشر قارون، فرعون، ھامان اور ابی بن خلف جیسوں کے ساتھ	۶۷
☆ کفر اور اسلام کے درمیان فرق کی علامت نماز ہے	۶۹
☆ دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم میں جلنا	۷۰
☆ نماز پر پانچ انعامات	۷۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسلمانوں کے پاس ایک ایسا دلکش نظام زندگی موجود ہے جو صحیح معنوں میں دنیا کو امن وسکون کا گہوارہ بنا سکتا ہے...... لیکن خود مسلمان اپنی گدڑی میں چھپے ہوئے لعل سے بے خبر ہیں۔

اس لئے دوسروں کو امن وسکون کی یہ منزل کیا دکھائیں حقیقت یہ ہے کہ خود دوسروں کی گمراہی میں حصہ دار بنتے نظر آرہے ہیں یہ ہماری بہت بڑی بدبختی اور بدنصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوری کو معاف فرمائے۔ آمین

مسلمانوں کی اسی قسم کی عملی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے ایک عرصہ سے یہ خیال دل میں بار بار آرہا تھا کہ حضور ﷺ کے ایسے ارشادات جو بطور نصیحت کے کسی صحابیؓ یا صحابیہؓ سے فرمائے ہوں انہیں جمع کروں لیکن درس وتدریس کی مصروفیات کی

وجہ سے اس میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اتفاق سے دوران مطالعہ حضور ﷺ کی ﴿دس نصیحتیں﴾ مشکوٰۃ شریف میں نظر سے گذریں جو آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرمائی تھیں۔ اس کی وضاحت اور تشریح لکھنا شروع کی تو ایک تفصیلی مضمون کی شکل اختیار کر گیا جو قسط وار جامعہ کے ترجمان ماہنامہ ''الحماد'' میں شائع ہوتا رہا۔

بعض احباب نے اس کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے کتابی شکل دے کر شائع کرنے کی فرمائش کی تا کہ یہ تمام دس کی دس نصیحتیں یکجا طور پر وضاحت کے ساتھ سامنے آ جائیں۔

یہ دس نصیحتیں حضور ﷺ کے ارشادات کا ایسا مجموعہ ہے جس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ایسی جامع ہدایات ہیں جن کے ذریعہ خصوصاً مسلمانوں میں ایک خوش گوار زندگی گذرانے کا بہترین جذبہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے آسانی کے ساتھ اس کی تکمیل کرادی۔ خداوند تعالیٰ اسے شرف قبولیت بھی نواز دے۔ آمین

پس اپنی اس کوشش کی تکمیل میں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ اعظمی صاحب اور برادر مکرم و استاذ محترم حضرت مولانا راشد عبداللہ صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے مسلسل میری تحریری اصلاح کے

ساتھ ساتھ میری علمی معاونت فرمائی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں قارئین سے گذارش ہے کہ دوران مطالعہ کسی غلطی پر مطلع ہوں تو مفید مشوروں کے ساتھ نشاندہی فرمائیں۔ بندہ مشکور وممنون ہوگا کیونکہ بندے کا علم ناقص ہے اور غلطی کا احتمال باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور ہم سب کیلئے نافع بنائے۔ آمین اور بندہ عاجز اور ان کے والدین کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین یارب العالمین

دعاؤں کا طالب

عاصم عبداللہ

رفیق دارالتصنیف

جامعہ حمّادیہ

شاہ فیصل کالونی کراچی

پسند فرمودہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

امّا بعد:

تمام امت مسلمہ کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے ہر جگہ اضطراب ہی اضطراب ہے نہ حکمرانوں کو چین نصیب ہے۔ نہ محکوم آرام کی نیند سو سکتے ہیں ستم بالائے ستم یہ کہ کوئی بھی صحیح علاج نہیں سوچ رہا ہے۔

جو زہر ہے اسکو تریاق سمجھ لیا گیا ہے جو تباہی و بربادی کا راستہ ہے اس کو نجات کا راستہ سمجھا جا رہا ہے۔ جو تدبیریں شقاوت و بدبختی کو دعوت دے رہی ہیں انہیں کو ذریعہ سعادت خیال کیا جا رہا ہے۔ خدا جانے ارباب عقل کی عقلیں کہاں چلی گئی ہیں؟ ارباب فکر کیوں فکر سے عاری ہوگئے ہیں؟ آخر تاریخ کی عبرتیں اور نصیحتیں کس کیلئے ہیں؟

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات اور آخرت پر یقین یا تو ختم ہو گیا ہے یا پھر اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جنت وجہنم اور حیات ابدی کے تصور سے دل و دماغ خالی ہو گئے ہیں...... یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ کے احکامات اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی نصیحتوں اور ارشادات کو دل وجان سے قبول کر کے اور اس پر عمل کرنے میں ہی نجات ہے۔

برخوردار عزیز گرامی مولوی مفتی عاصم عبداللہ سلمہٗ استاذ جامعہ حمّادیہ نے حضور اکرم ﷺ کے کچھ ارشادات ﴿دس نصیحتوں﴾ کے نام سے جمع کیے ہیں اور بطور تقریظ کے کچھ لکھنے کی درخواست کی احقر نے اس کا اکثر حصہ بالاستیعاب دیکھا بہت خوشی ہوئی اور دل سے دعا نکلی۔

عزیزم نے نہایت محنت اور دیدہ ریزی سے اس کو مرتب کیا ہے یقیناً یہ کتاب خصوصاً نوجوانوں کیلئے ﴿اعمال صالحہ﴾ کی ترغیب کا ذریعہ بنے گی۔

اگرچہ حضور ﷺ کی یہ نصیحتیں خاص ایک صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ کیلئے تھیں۔ لیکن آپ کے ارشادات خاص ہونے کے باوجود امت کیلئے عام ہوتے ہیں اس نصیحت میں جو کچھ بھی آپ کے ارشادات آ رہے ہیں اور جن کی

طرف آپ ﷺ نے متوجہ فرمایا ہے وہ ایسی چیزیں ہیں جس میں ہماری عملی کمزوریاں عام ہیں...... ضرورت اس بات کی ہے کہ ان نصیحتوں کو غور وخوض سے پڑھ کر اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ برخوردار موصوف کی عمر دراز فرمائے اور تادم زیست انہیں اخلاص کے ساتھ دین کے کام کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے کام میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

(حضرت مولانا) عبدالواحد (صاحب)

صدر

جامعہ حمّادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عَنْ مَعَاذٍ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ، قَالَ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ، وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّداً فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّداً فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ، وَلَا تَشْرِبَنَّ خَمْراً فَاِنَّهٗ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ، وَاِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَاِنَّ الْمَعْصِيَةَ حَلَّ سَخَطَ اللّٰهِ وَاِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَاِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَاَنْتَ فِيْهِمْ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰى عَيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَباً، وَاَخِفْهُمْ فِى اللّٰهِ

(رواہ احمد مشکوۃ ج ا صفحہ ۱۸)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دفعہ) مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی، فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اگر چہ تم کو قتل کر دیا جائے اور جلا ڈالا جائے۔ اور اپنے ماں

باپ کی نافرمانی نہ کرو، اگر چہ وہ تم کو حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال ومتاع چھوڑ کے نکل جاؤ۔ اور کبھی ایک فرض نماز بھی قصداً نہ چھوڑو، کیونکہ جس نے ایک فرض نماز بھی قصداً چھوڑ دی، اس کے لئے اللہ کا عہد اور ذمہ نہیں رہا۔ اور ہرگز کبھی شراب نہ پینا، کیونکہ شراب نوشی سارے فواحش کی جڑ اور بنیاد ہے۔ (اسی لئے اس کو ام الخبائث کہا گیا ہے)۔ اور ہر گناہ سے بچو، کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ نازل ہوتا ہے۔ اور جہاد کے معرکہ سے پیٹھ پھیر کے نہ بھاگو۔ اگر چہ کشتوں کے پشتے لگ رہے ہوں۔ اور جب تم کسی جگہ پر لوگوں کے ساتھ رہتے ہو اور وہاں (کسی وبائی مرض کی وجہ سے) موت کا بازار گرم ہو جائے تو تم وہیں جمے رہو۔ (جان بچانے کے خیال سے وہاں سے مت بھاگو)۔ اور اپنے اہل وعیال پر اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق خرچ کرو (نہ بخل سے کام لو کہ پیسہ پاس ہوتے ہوئے ان کو تکلیف ہو اور نہ خرچ کرنے میں اپنی حیثیت سے آگے بڑھو)۔ اور ادب کیلئے ان پر (حسب ضرورت وموقع) سختی بھی کیا کرو۔ اور ان کو اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔

(مشکوۃ شریف ج اصفحہ ۱۸)

﴿لَاتُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًاوَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ﴾
جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جو پہلی بات کہی وہ یہ تھی۔
(اے معاذؓ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ جلائے جاؤ یا قتل کر دیئے جاؤ)۔

قرآن مجید نے جتنا زور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات پر دیا ہے شاید ہی اتنا زور کسی اور مسئلے پر دیا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے ان سب کی پہلی دعوت یہی تھی کہ ﴿مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ لہٰذا صرف اور صرف اسی کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ قرآن مجید کی چند آیات جن میں اللہ رب العزت نے شرک کی نہایت واشگاف الفاظ میں تردید کی ہے۔ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔
حضرت لقمان حکیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:
﴿یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾

اے بیٹے! شریک نہ ٹھہراؤ اللہ کا۔ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

(سورہ لقمان پارہ نمبر ۲۱، آیت نمبر ۱۳)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے شرک کو ''ظلم عظیم'' سے تعبیر کیا ہے۔ ظلم کے اصل معنی ہیں کہ غیر کی ملک میں تصرف کرنا اور حد سے تجاوز کرنا۔ اسی لئے علماء نے تصریح کی ہے کہ ظلم کا صدور اللہ رب العزت سے محال ہے۔

امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ اہل لغت اور بہت سے علماء کے نزدیک ظلم کہتے ہیں ''کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا صفت بدل کر یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو۔'' اسی سے عربی کا محاورہ ہے ﴿ظَلَمْتُ السِّقَاءَ﴾ یعنی میں نے مشکیزہ کے دودھ کا بے وقت استعمال کیا۔

بعض حکماء نے کہا ہے کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے۔

اول ظلم وہ جو انسان سے اللہ رب العزت کے بارے میں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا ظلم شرک اور نفاق ہے۔ اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾

بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ﴾

سن لو پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر

دوسرا ظلم جو انسان سے دوسرے لوگوں کے بارے میں ہوتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَزَاؤُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ بِمِثْلِهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اور برائی کا بدلہ برائی ویسی ہے پھر جو کوئی معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ۔ واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اس آیت میں اسی ظلم کا بیان مقصود ہے۔

تیسرا ظلم وہ ہے جو انسان سے اپنے نفس کے بارے میں سرزد ہوتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾

پھر کوئی ان میں سے ظلم کرتا ہے اپنی جان پر۔

(قاموس القرآن ص ۳۹۳)

درحقیقت یہ تینوں ظلم نفس پر ہی ظلم ہیں۔ کیونکہ جب انسان ظلم میں پہل کرتا ہے تو پہلے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ لہٰذا ظالم کے ظلم کی ابتدا ہمیشہ اپنے آپ سے ہوا کرتی ہے اسی بناء پر اللہ رب العزت نے کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے

﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

شرک کی تحقیق اور اس کے اقسام

شرک کے لغوی معنیٰ ''ٹھہرانا، ساجھی بنانا''

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ موضح القرآن میں سورۃ البقرہ کی اس آیت ﴿وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكَاتِ﴾ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

''شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے۔ مثلاً کسی کو سمجھے کہ اسکو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے کرسکتا ہے یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے۔ مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے مختار جان کر۔'' (موضح القرآن)

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے ''تقویۃ الایمان'' میں شرک کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہم اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

''سمجھنا چاہئے شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے مقابل جانے، بلکہ شرک کے یہ معنی ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں وہ چیزیں کسی اور کے واسطے کرنی۔ اب اس بات کی تحقیق کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کون کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ سو وہ باتیں بہت ساری ہیں مگر کئی باتوں کا ذکر کر دینا ضروری ہے تاکہ اور باقی باتیں لوگ خود سمجھ لیں۔''

پہلی بات یہ کہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت رکھنی دور ہو یا نزدیک، چھپی ہوئی یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑ کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہہ میں ہو۔ یہ اللہ رب العزت کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں۔ سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور یا نزدیک سے پکارا کرے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اس کے نام کا ختم پڑھے اور یوں سمجھے کہ میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو اس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں مثلاً بیماری، تندرستی، مرنا، جینا، غمی و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب ان باتوں سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں شرک اور اس کو ﴿شرک فی العلم﴾ کہتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا اور تندرست اور بیمار کر دینا فتح و شکست اور مرادیں پوری کرنا، مشکل وقت میں دست گیری کرنا یہ سب اللہ رب العزت کی شان ہے اور کسی نبی، ولی یا کسی پیر کی یا کسی بھوت و پری کی یہ شان نہیں ہے۔ جو کوئی ایسے تصرف کو ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے

وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو ﴿شرک فی التصرف﴾ کہتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ بعض تعظیم کے کام اللہ رب العزت نے اپنے لئے خاص کئے ہیں اس کو عبادت کہتے ہیں۔ مثلاً سجدہ اور رکوع، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لے کہ یہ لوگ اس کے گھر کی زیارت کو جاتے ہیں یہ سب کام اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائی ہیں پھر جو کوئی کسی پیغمبر و پیر کو یا بھوت و پری کو یا کسی قبر کو یا کسی تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو اور اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو ﴿شرک فی العبادت﴾ کہتے ہیں۔

چوتھی بات یہ کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم کرتے رہیں تا کہ ایمان بھی درست رہے اور ان کاموں میں برکت بھی رہے۔ مثلاً مشکل کام پر اللہ رب العزت کی نذر ماننی اور مصیبت کے وقت اس کو پکارنا اور ہر کام کی ابتداء اس کے نام سے کرنا اور اسی کے نام کی قسم کھانا سو اس قسم کی چیزیں اللہ رب العزت نے اپنی تعظیم کے لئے بتائی ہیں پھر جو کوئی کسی نبی، ولی یا اماموں اور پیروں کی اس قسم کی تعظیم کرے۔ مثلاً مشکل کام پر ﴿بسم اللہ﴾ کی جگہ ان کا نام لیں اور ضرورت کے وقت ان کی قسم کھائے۔ سو ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو

﴿شرک فی العادۃ﴾ کہتے ہیں۔ان چاروں طرح کے شرک کا ذکر صریح طور پر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ (ملخص از تقویۃ الایمان)

حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی ثابت قدمی

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واقعات احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب ایمان لائے۔ایمان لانے کے بعد طرح طرح کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں۔سب صحابہ نے جس طرح ان تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ایمان کا دامن نہیں چھوڑا اسکی مثال شاید ہی دنیا میں کہیں ملے۔طوالت کے خوف سے صرف تین واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت بلال حبشیؓ کا اسلام کی خاطر مصائب پر ثابت قدمی؟

حضرت بلال حبشیؓ مشہور صحابی ہیں جو مسجد نبوی ﷺ کے ہمیشہ مؤذن رہے۔شروع میں ایک کافر کے غلام تھے۔اسلام لے آئے جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔

امیہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا، ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تا کہ وہ حرکت نہ کر سکیں اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مرجائیں اور اگر زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں۔ مگر وہ اس حالت میں ﴿احد احد﴾ کہتے تھے۔ یعنی معبود ایک ہی ہے۔

رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تا کہ بے چین ہو کر اسلام سے پھر جائیں۔ یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ عذاب دینے والے اکتا جاتے کبھی ابوجہل کا نمبر آتا کبھی امیہ بن خلف کا نمبر آتا کبھی اوروں کا نمبر آتا اور ہر شخص کی کوشش ہوتی تھی کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دیں۔

آزادی

حضرت بلالؓ کی یہ تکلیف دیکھی نہ جاتی تھی۔ ایک روز امیہ بن خلف اور اس کے ساتھی حضرت بلالؓ کو مار پیٹ رہے تھے۔ اس طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گذر ہوا اور انہوں نے امیہ بن خلف سے کہا کہ تجھے خدا کا خوف نہیں آتا؟ اس مسکین کے ساتھ کب تک یہ ستم ڈھاتا رہے گا۔ یہ سن کر امیہ بن خلف نے کہا تو نے ہی اس کو بگاڑا ہے لہٰذا اب تو ہی اسے چھڑا دے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہاں میں ان کو

چھڑالوں گا۔ میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے جوان سے بہت زیادہ طاقتور بھی ہے اور تیرے دین (شرک) پر بھی جما ہوا ہے اسے ان کے بدلے دے دوں گا۔ امیہ بن خلف نے کہا مجھے منظور ہے لہٰذا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس غلام کے بدلے حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کر دیا اور ہجرت سے پہلے انہوں نے حضرت بلالؓ کے سوا، چھ غلام اور خرید کر آزاد کئے جو اسلام قبول کرنے پر مارے پیٹے جاتے تھے۔

اس جان گداز واقعے کو حضرت عمار بن یاسرؓ نے اشعار میں یوں بیان کیا ہے:

جَزَ اللّٰهُ خَيْراً عَنْ بِلَالٍ وَصَحْبِهٖ
عَتِيْقاً وَاَخْزٰى فَاكِهاً وَاَبَاجَهْلِ

''حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کی جانب سے اللہ تعالیٰ عتیق یعنی ابوبکر صدیقؓ کو جزائے خیر دے اور فاکہہ اور ابوجہل کو رسواء کرے۔''

عَشِيَّةَ هُمَا فِيْ بِلَالٍ بِسَوْئَةٍ
وَلَمْ يَحْذَرَا مَا يَحْذَرَ الْمَرْءُ ذُوالْعَقْلِ

''میں اس شام کو نہ بھولوں گا کہ وہ دونوں بلالؓ کو سزائیں دے رہے تھے اور ایسی سزا دینے سے نہیں ڈرتے تھے جس کے دینے سے عقل مند آدمی پرہیز کرتا ہے۔''

بِتَوْحِيْدِهٖ رَبَّ الْاَ نَامِ وَقَوْلِهٖ
شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ عَلٰى مَهْلِ

''یہ مصائب کا ڈھانا محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے مخلوقات کے رب کی توحید کا اقرار کیا تھا اور کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور میرا دل اس بات پر مطمئن ہے۔''

فَاِنْ یَقْتُلُوْنِیْ یَقْتُلُوْنِیْ فَلَمْ اَکُنْ
لِاُشْرِکَ بِالرَّحْمٰنِ مِنْ خِیْفَةِ الْقَتْلِ
''اگر وہ مجھے قتل کر ڈالیں تو میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ قتل کے ڈر سے خدا کے ساتھ شرک کروں۔''

فَیَارَبَّ اِبْرَاهِیْمَ وَالْعَبْدِ یُوْنُسِ
وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی نَجِّنِیْ ثُمَّ لَا تُبْلِ
''اے ابراہیم اور یونس اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے رب! مجھ کو نجات دے دے'' اور

لَمَنْ ظَلَّ یَهْوِی الْغَیَّ مِنْ آلِ غَالِبِ
عَلٰی غَیْرِ بِرٍّ کَانَ مِنْهُ وَلَا عَدْلِ
''پھر مجھ کو آل غالب میں جو گمراہ ہیں ظالم ہیں بھلے نہیں، ان کے ساتھ مبتلا نہ فرما'' (حیاۃ الصحابہ، ص ۳۰۶ حصہ دوم)

حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کی ایمان پر ثابت قدمی

ابن اسحاق کی روایت اس طرح ہے کہ ''عمر بن خطابؓ ایک روز تلوار لے کر آنحضرت ﷺ کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے راستہ میں نعیم بن عبداللہ مل گئے پوچھا ''کہاں کا ارادہ ہے؟''

عمر بن خطابؓ نے کہا کہ میں اس گمراہ شخص (نعوذ باللہ) کا کام تمام کرنے کے لئے جا رہا ہوں جس نے قریش میں تفرقہ ڈال دیا۔ ان کے دین و مذہب کو برا کہا ان کو بے وقوف بنایا اوران کے بتوں کو برا کہا۔ نعیم نے کہا کہ:

''عمر تمہیں تمہارے نفس نے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم محمد ﴿ﷺ﴾ کو قتل کر دو گے اوران کا قبیلہ بنو عبد مناف تمہیں زندہ چھوڑ دے گا کہ زمین پر چلتے پھرتے رہو۔ اگر تم میں عقل ہے تو اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ مسلمان اور محمد ﴿ﷺ﴾ کے دین کے تابع ہو چکے ہیں۔''

عمر بن خطاب پر ان کی بات اثر کر گئی اور یہیں سے اپنی بہن بہنوئی کے مکان کی طرف پھر گئے۔ ان کے مکان میں حضرت خباب بن ارتؓ ان دونوں کو قرآن کی سورت طٰہٰ پڑھا رہے تھے جو ایک صحیفہ میں لکھی ہوئی تھی۔

ان لوگوں نے جب محسوس کیا کہ عمر بن خطاب آ رہے ہیں تو حضرت خباب بن ارتؓ گھر کے کسی کمرہ یا گوشہ میں چھپ گئے اور ہمشیرہ نے یہ صحیفہ چھپا لیا مگر عمر بن خطاب کے کانوں میں خباب بن ارتؓ کی اور انکے کچھ پڑھنے کی آواز پہنچ چکی تھی۔ اس لئے پوچھا کہ یہ پڑھنے پڑھانے کی آواز کیسی تھی جو میں نے سنی ہے۔ انہوں نے (اول بات کو ٹالنے کے لئے) کہا کہ کچھ نہیں۔

مگر اب عمر بن خطاب نے بات کھول دی کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم دونوں محمد ﴿ﷺ﴾ کے تابع اور مسلمان ہو گئے ہو اور یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سعید بن زید پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی ہمشیرہ فاطمہ نے جب یہ دیکھا تو شوہر کو بچانے کے لئے

کھڑی ہو گئیں۔ عمر بن خطاب ؓ نے ان کو بھی مار کر زخمی کر دیا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو بہن بہنوئی نے بیک زبان ہو کر کہا کہ سن لو ہم بلاشبہ مسلمان ہو چکے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں اب تم جو کر سکتے ہو کرو۔

ہمشیرہ کے زخم سے خون جاری تھا اس کیفیت کو دیکھ کر عمر بن خطاب ؓ کو ندامت ہوئی اور بہن سے کہا کہ وہ صحیفہ مجھے دکھلاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں تا کہ میں بھی دیکھ لوں محمد ﴿ﷺ﴾ کیا تعلیم لائے ہیں عمر بن خطاب ؓ پڑھے لکھے آدمی تھے اس لئے صحیفہ دیکھنے کیلئے مانگا، بہن نے کہا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہم نے یہ صحیفہ اگر تمہیں دے دیا تو تم اس کو ضائع کر دو گے یا بے ادبی کرو گے۔ عمر بن خطاب نے اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا کہ تم یہ خوف نہ کرو میں اس کو پڑھ کر واپس کر دوں گا۔ ہمشیرہ فاطمہ نے جب یہ رخ دیکھا تو ان کو کچھ امید ہوگئی کہ شاید عمر بھی مسلمان ہو جائیں۔ اس وقت کہا کہ بھائی بات یہ ہے کہ تم نجس و ناپاک ہو اور اس صحیفہ کو پاک آدمی کے سوا کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اگر تم دیکھنا ہی چاہتے ہو تو پہلے غسل کر لو۔

عمر بن خطاب نے غسل کر لیا پھر یہ صحیفہ ان کے حوالے کیا گیا۔ اس میں سورت طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ اس کا شروع حصہ ہی پڑھ کر عمر نے کہا کہ یہ کلام تو بڑا اور نہایت محترم ہے۔

حضرت خباب بن ارت ؓ جو مکان میں چھپے ہوئے تھے یہ سب کچھ سن رہے تھے عمر کے یہ الفاظ سنتے ہی سامنے آ گئے اور کہا کہ اے عمر بن خطاب مجھے اللہ رب العزت کی ذات سے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے رسول کی دعا

کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔ کیونکہ گذشتہ کل میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ:

﴿اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ بِاَبِي الْحَكَمِ بْنِ هَشَّامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ﴾

''یا اللہ اسلام کی تائید وتقویت فرما۔ ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) کے ذریعہ یا پھر عمر بن خطاب کے ذریعہ''

مطلب یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کی کمزور جماعت میں جان پڑ جائے۔ پھر حضرت خباب بن ارتؓ نے کہا اے عمر! اب تو اس موقع کو غنیمت سمجھ، عمر بن خطاب نے حضرت خبابؓ سے کہا کہ مجھے محمد ﷺ کے پاس لے چلو۔

اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔ ان کا مسلمان ہونا تھا کہ کفار کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے۔ مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور سارے مکہ بلکہ سارے عرب میں اس واقعہ سے اور بھی جوش پیدا ہوا۔ مشورہ کر کے ان حضرات کو ختم کرنے کی کوشش اور طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی تھیں۔ تاہم اتنا ضرر ہوا کہ مسلمان مکہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔

(معارف القرآن ص ۲۶ ج ۶)

حضرت خباب بن ارتؓ کی ایمان پر ثابت قدمی

شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی مسند پر بٹھا کر فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی آدمی تم سے زیادہ اس جگہ بیٹھنے کا مستحق نہیں ہے مگر ایک آدمی۔ حضرت خبابؓ نے فرمایا وہ بلالؓ ہیں حضرت خباب کہنے لگے کہ وہ مجھ سے زیادہ مستحق نہیں ہیں۔ اس لئے کہ حضرت بلالؓ کے لئے مشرکین میں سے ایسے لوگ موجود تھے کہ جن کے ذریعہ اللہ انہیں بچالیتا تھا اور میرا بچانے والا کوئی نہ تھا۔

میں نے دیکھا کہ ایک دن مشرکین نے مجھ کو پکڑا اور میرے لئے آگ روشن کی۔ پھر مجھ کو اس آگ میں ڈال دیا۔ اسکے بعد ایک آدمی میرے سینہ پر پیر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں زمین پر گر گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یا خبابؓ نے یوں کہا کہ وہ گرم زمین میری ہی پشت سے ٹھنڈی ہوئی۔ پھر اپنی پشت سے کپڑا اٹھا کر دکھایا جو جگہ جگہ سے جل کر سفید ہو رہی تھی۔

امام احمدؒ حضرت خبابؓ سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں حضرت خبابؓ نے کہا میں ایک لوہار آدمی تھا۔ میرا عاص بن وائل کے ذمہ کچھ قرضہ تھا۔ میں اس کے پاس تقاضے کے لئے گیا اس نے کہا خدا کی قسم میں ہرگز نہ دوں گا۔ جب تک تم محمد ﴿ﷺ﴾ کا انکار نہ کرو گے۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم یہ

نہیں ہوسکتا۔ میں محمد ﴿ﷺ﴾ کا انکار نہ کروں گا، چاہے تو مرکر دوبارہ زندہ ہو۔

عاص بن وائل نے کہا جب میں مرکر دوبارہ زندہ ہوں گا اور تم میرے پاس آؤ گے تو میرے پاس وہاں مال اور اولاد بھی ہوگی۔ جب تم کو دوں گا۔ اسی قصہ پر قرآن مجید میں یہ آیت اتری ہے:

﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّلَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا﴾

(سورہ مریم،۱۴)

ترجمہ: ﴿اے محمد ﷺ﴾ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا نکار کیا؟ اور کہا میں بروز قیامت مال اور اولاد دیا جاؤ نگا۔ کیا اس شخص نے غیب پر اطلاع پالی ہے؟ یا اس نے رحمٰن سے عہد و پیمان لے رکھا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں۔ ہم اس کا یہ کہنا بھی لکھے لیتے ہیں اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اسکی کہی ہوئی چیزوں کے ہم مالک ہو جائیں گے۔ وہ تن تنہا ہمارے پاس آئے گا۔

بخاری شریف میں ہے

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ چادر مبارک کی ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے اور ہم لوگوں پر دن رات مشرکین کی جانب سے ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ اللہ پاک سے دعا کیوں نہیں فرماتے؟

یہ سن کر آپ ﷺ سنبھل کر بیٹھے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے گذشتہ زمانہ میں ایسے لوگ ہوئے کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا۔ سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ نہ چھوڑا گیا۔ ایسی سختیوں نے بھی ان کو ان کے دین سے نہ روکا۔ اور ضرور بالضرور اللہ پاک اپنے اس دین کو پورا کر کے رہے گا۔ تم لوگ دیکھو گے کہ اکیلا سوار صنعاء یمن سے حضر موت آئے گا۔ سوائے اللہ عزوجل کے کسی سے خوف و ہراس اس کے دل میں نہ ہوگا۔ اتنا اضافہ اور بھی ہے اور نہ بھیڑیئے سے بکری پر خوف کرے گا۔ لیکن تم لوگ ہر کام میں جلدی چاہتے ہو۔ (حیاۃ الصحابۃ۔ ص ۳۰۸، ۳۰۹، حصہ دوم)

عقیدہ عمل کی بنیاد ہے

بنیادی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید کا ہے جس کا اقرار و اعتراف کلمہ طیبہ پڑھ کر کیا جاتا ہے۔ یہ کلمہ توحید اسلام کی بنیاد ہے اور یہی وہ کلمہ ہے جو ایک کافر و مشرک کو مسلمان سے ممتاز کرتا ہے۔

عقیدہ توحید کی اہمیت

توحید کے لغوی معنی ہیں۔ ایک ماننا، یکتا جاننا، ایک اللہ کی ذات کو مستحق عبادت سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی بھی

درجہ میں کوئی شریک نہیں۔ وہ عظیم ہستی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ وہ علیم وخبیر ہے۔ ہر چیز پر اس کی قدرت کامل ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر پتہ تک نہیں ہل سکتا۔ وہ مختار کل ہے۔

انسان نے اپنی تاریخ کے ہر دور میں کسی نہ کسی ہستی کو خدا سمجھ کر اس کی پوجا کی۔ جہالت کے دور میں انسان نے ہر طاقتور چیز کو اپنا معبود سمجھا لیکن ہر دور جہالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا احساس دلایا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے سب ہی نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ یہ دنیا اور اس کی تمام چیزوں کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اس کے حکم سے ہی تمام چیزیں موجود ہیں اور اسی کے حکم سے ایک دن یہ تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ وہ اللہ کی ذات اکیلی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی لائق عبادت ہے۔

عقیدہ توحید قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید میں متعدد آیات میں اللہ رب العزت کی وحدانیت کا واشگاف اعلان کیا گیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ عقیدہ توحید کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۶۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ وہ بے انتہاء رحم کرنے والا ہے۔

سورہ دخان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پروردگار تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی وہی ہے۔

عقیدہ توحید کا سب سے کھلا اور واضح اظہار سورہ اخلاص میں اس طرح کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

عقیدہ توحید احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

﴿عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ﴾

یعنی حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ (ﷺ) سے سنا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ ”جو کوئی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں تو اللہ نے اس شخص پر دوزخ کی آگ حرام کردی ہے۔“

(مسلم شریف)

فائدہ: اس حدیث میں ”توحید و رسالت کی شہادت“ سے مراد دعوت اسلام کو قبول کرنا اور اس پر چلنا ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ

﴿لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه﴾

کی شہادت پورے اسلام کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ جس نے یہ شہادت سوچ سمجھ کر ادا کی، درحقیقت اس نے پورے اسلام کو اپنا دین بنالیا۔ اب اگر بالفرض اس سے بہ تقاضائے بشریت کوئی کوتاہی بھی ہوگی تو اس کا ایمانی شعور، کفارہ اور توبہ وغیرہ کے مقررہ طریقوں سے اس کی تلافی کرنے پر اس کو مجبور کرے گا اور اس لئے انشاء اللہ وہ عذاب و دوزخ سے محفوظ رہے گا۔

﴿عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ”لا اله الا اللّٰه“ کی شہادت دینا جنت کی کنجی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں صرف شہادت توحید کا ذکر ہے اور یہ بھی دعوت

ایمان کو قبول کر لینے اور اسلام کو اپنا دین بنا لینے کی ایک تعبیر ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اردو محاورہ میں اسلام قبول کرنے کو "کلمہ پڑھ لینے" سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

﴿عَنْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾

(مسلم شریف)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین کے ساتھ جانتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔"

فائدہ: اس حدیث میں بھی ﴿لا الہ الا اللہ﴾ پر یقین ہونے سے مراد وہی دین توحید پر ایمان رکھنا ہے اور دخول جنت کے وعدہ کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ اپنے اعمال نامہ کے تقاضے کے مطابق اللہ کی رحمت سے ابتداء ہی میں یا گناہوں کی کچھ سزا بھگت کر ہر صاحب ایمان جنت میں ضرور جائے گا۔

توحید کے اقسام

علماء توحید کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) توحید بالذات:

توحید بالذات سے مراد یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات تنہا ہے۔ وہ خالق کائنات ہے۔ نہ اس سے پہلے کوئی تھا اور نہ کوئی اس کے بعد معبود و خالق کی

حیثیت سے ہو گا۔ اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ کائنات میں اس جیسا کوئی اور نہیں۔

(۲) توحید بالصفات:

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی بلند و بالا ہے کوئی بھی اس کی صفات میں شریک نہیں۔ اس کی صفات بھی اس کی ذات کی طرح بے مثل ہیں۔ وہ جیسا ازل سے ہے ویسا ہی ابد تک رہے گا۔

(۳) توحید بالافعال:

اللہ تعالیٰ افعال کے لحاظ سے بھی یکتا ہے اس کے کاموں میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اسکی مرضی کے بغیر پتہ تک نہیں ہل سکتا۔ وہ ہمارے ارادہ سے بھی آگاہ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اس کے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ وہ ہمارے افعال پر بھی حاوی ہے۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

قبیلہ قریش کے لوگ حصینؓ کے پاس آئے۔ قریش حصین کی بڑی عزت کرتے تھے۔ حصین سے کہنے لگے آپ ہماری طرف سے اس شخص ﴿محمد ﷺ﴾ سے کہیئے سنئے وہ تو ہمارے معبودوں کو برا بتاتا ہے۔

قریش اور حصین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کے

دروازے کے قریب بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا شیخ (حصین) کے لئے جگہ چھوڑ دو۔ ان کے صاحبزادہ عمران ؓ اوران کے ساتھی آپ ﷺ کی خدمت میں جمع تھے۔

حصین نے کہا یہ کیا باتیں ہیں جو ہم کو آپ کی طرف سے پہنچ رہی ہیں آپ ہمارے خداؤں کا تذکرہ برائی کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تم کتنے معبودوں کی پرستش کرتے ہو۔ حصین نے کہا کہ سات کی چھ تو روئے زمین پر اور ایک معبود جو آسمان میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا جب تم پر مصیبت آئے تو کس خدا کو پکارتے ہو۔ حصین نے کہا کہ آسمان والے کو آپ ﷺ نے پوچھا اچھا جب مال میں تباہی آجائے تو کس خدا کو پکارتے ہو۔ حصین نے کہا کہ آسمان والے کو۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ اللہ تو تنہا تمہاری فریاد رسی کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو کیا تم نے اس کو شرک کے موقعوں میں راضی سمجھ رکھا ہے۔ (جب ہی بحالت امن اس کو یاد نہیں کرتے) یا تم ڈرتے ہو کہ تم لوگوں کو پوری گرفت میں نہ لے لے۔ (جب ہی مصائب میں اسے پکارتے ہو) حصین نے کہا دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں۔ حضرت حصین کا بیان ہے آج مجھے پتہ پڑا کہ اس جیسی گرامی ہستی سے کبھی گفتگو کا سابقہ نہ ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے حصین اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے۔''

حصین نے کہا ''میرے تو اور بھی بھائی برادر ہیں میں کیا کہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا کر ''اے اللہ میں تجھ سے ہدایت کا طالب ہوں تو میرے امر کی اصلاح فرما اور مجھ میں ایسے علم کی فراوانی کردے جو میرے

لئے نافع ہو۔'' حضرت حصین نے یہ دعا مانگی اور اسی مجلس میں اٹھنے سے قبل ہی مسلمان ہو گئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت عمرانؓ اپنے باپ حصین کی طرف لپکے اور اپنے باپ کے سر اور ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ لیا۔

جب حضور ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور فرمانے لگے مجھے عمران کے اس فعل پر رونا آ گیا کہ حصین جب آئے تو کافر تھے۔ اس لئے عمران ان کی تعظیم نہ بجالائے اور باپ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور جیسے ہی یہ مسلمان ہوئے تو فوراً باپ کے حق کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔

جب حضرت حصینؓ نے آپ کی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ اٹھو اور ان کو ان کے مکان تک پہنچا آؤ۔ بس جیسے ہی یہ حضور ﷺ کے دروازہ کی چوکھٹ سے باہر نکلے قریش نے ان کو دیکھ کر کہا یہ تو پھر گیا، بدل گیا اور انہیں چھوڑ کر چل دیئے۔ (حیاۃ الصحابہ ص ۷۰، حصہ اول)

تنبیہ: میں یہاں ایک مسئلہ بھی عرض کر دوں کہ شریعت میں دو چیزیں ہیں۔ ایک عزیمت اور دوسری رخصت۔

عزیمت کا مطلب یہ کہ انسان پر جتنے بھی مصائب آئیں ان کو اللہ رب العزت کی رضا کی طلب میں خندہ پیشانی سے قبول کرنا اگرچہ اللہ رب العزت نے اس میں چھوٹ دی ہو۔

رخصت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جو اختیار دیا ہے اس کو پسند کرنا۔ اس کی وضاحت ایک مثال سے کرتا ہوں۔ مثلاً ایک آدمی دوسرے آدمی

کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کر رہا ہے لیکن وہ شخص کلمہ کفر کہنے کے لئے تیار نہیں اور کہتا ہے کہ تم مجھ کو جان سے مار دو اور میری بوٹی بوٹی کر دو لیکن میں کلمہ کفر کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں اس کو کہتے ہیں عزیمت۔

دوسری چیز ہے رخصت اسکی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو مجبور کر رہا ہے کلمہ کفر کہنے پر اور وہ شخص زبان سے تو کہہ دے لیکن دل سے نہیں چاہتا دل اس کا ایمان پر ثابت ہے لیکن وہ اگر اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہہ دے تو اس پر عند اللہ کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

اس بات کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ﴾

ترجمہ: جو کوئی منکر ہوا اللہ کا یقین لانے کے بعد مگر وہ شخص جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل مطمئن رہے ایمان پر۔ (سورۃ النحل آیت ۱۰۶)

﴿وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْکَ وَاِنْ اَمَرَاکَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِکَ وَمَالِکَ﴾

ترجمہ: اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تم کو حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال ودولت چھوڑ کے نکل جاؤ۔

والدین کی اطاعت کی تاکید

قرآن مجید جو اللہ رب العزت کی طرف سے جناب نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا۔ صحیفہ ہدایت ہے اس میں ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم اللہ رب العزت نے توحید اور عبادت کے ساتھ ساتھ اس طرح دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے اعمال میں خدا کی عبادت کے بعد ماں باپ کی خدمت اور راحت پہنچانے کا حکم ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے ماں باپ کے حقوق اور ان سے متعلق اولاد

کے فرائض کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ دراصل قرآن مجید کی ان ہی آیات کی تفسیر وتشریح ہے والدین کے بچوں پر جو احسانات ہیں اور انہوں نے اپنی اولاد کی پرورش میں جو تکلیفیں برداشت کی ہیں وہ معروف ومعلوم ہیں اسکے باوجود اگر کوئی شقی القلب شخص ان کے حقوق ادا نہیں کرتا اوران کو تکلیفیں پہنچاتا ہے تو وہ درحقیقت ایمان کی حقیقی دولت سے محروم ہے۔

موجودہ دور جس میں مغربی تہذیب وتمدن نے زندگی کا نظام ہی درہم برہم کر رکھا ہے اور اسلامی قدروں کو پامال کیا جا رہا ہے اس میں والدین کے ساتھ حق تلفی بلکہ ایذا رسانی کے ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

والدین کی اطاعت قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْکِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلاً کَرِیْمًاوَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ اِنْ تَکُوْنُوْا صَالِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا﴾

ترجمہ: اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت

کرو۔ اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، سو ان کو کبھی ''ہونہہ'' بھی مت کہنا اور نہ جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ ''اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا، پرورش کیا اور صرف اس ظاہری توقیر و تعظیم پر اکتفاء مت کرنا۔ دل میں بھی ان کا ادب اور قصد اطاعت رکھنا کیونکہ تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے۔ (از بیان القرآن)

تشریح: اس آیت میں اللہ رب العزت نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنے کے لئے چند نصیحتیں فرمائی ہیں۔

پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ ان کو اف تک مت کہو۔

اف سے مراد ہر ایسا لفظ ہے جو کراہیت اور تنگدلی و سنگدلی پر دلالت کرتا ہو یا اف سے مراد قلت ہے۔ یعنی ایسی ادنیٰ بات بھی نہ کہو جو تمہاری طرف سے نفرت یا کراہت کا اظہار کر رہی ہو۔ جب ادنیٰ ایذاء رساں بات بصراحت نص حرام ہے تو اس سے بڑی ایذاء تو بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ایذاء رسانی میں اف کہنے سے بھی کم کوئی درجہ ہوتا تو یقیناً وہ بھی ذکر کیا جاتا۔'' حاصل یہ ہے کہ جس چیز سے ماں باپ کو کم سے کم بھی تکلیف پہنچے وہ بھی ممنوع ہے۔ قرآن

مجید کا یہ لفظ اسی پر دلالت کر رہا ہے ﴿وَلَا تَنْهَرْ هُمَا﴾ لفظ نھر کے معنی جھڑ کنے، ڈانٹنے کے ہیں۔ یعنی ماں باپ کو جھڑ کی نہ دو، اپنی ناپسندیدہ بات پر ان کو نہ جھڑکو۔

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ

﴿وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً﴾

یعنی اپنے ماں باپ سے اچھی طرح بات کرنا۔

خوب ادب سے بات کرنا۔ حضرت مجاھدؒ نے فرمایا کہ جب ماں باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے گھن نہ کرو اور جس طرح تمہارے بہت چھوٹے ہونے کے زمانے میں تمہارا پیشاب و پاخانہ صاف کرتے تھے اسی طرح (ایام بڑھاپے میں) پیشاب و پاخانہ صاف کرنے سے تم نفرت نہ کرو اور اف بھی نہ کہو۔

حضرت زہیر بن محمدؒ نے ﴿قَوْلاً كَرِيْماً﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ

﴿اِذَا دَعَوْكَ فَقُلْ لَبَّيْكُمَا وَسَعْدَيْكُمَا﴾

یعنی جب ماں باپ تجھے بلائیں تو کہنا کہ میں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کیلئے موجود ہوں۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾

یعنی ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔

جناح کے معنی بازو کے ہیں۔ لفظی معنی یہ ہے کہ والدین کے لئے اپنے بازو عاجزی اور انکساری کے ساتھ جھکائے رکھنا۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ نے یہ مطلب بیان کیا کہ ان سے نرمی کرو جس چیز کو وہ چاہتے ہوں اس سے منع نہ کرو۔

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ

﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْراً﴾

''اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اور میری پرورش کی۔ یعنی ان پر اپنی لازوال رحمت نازل فرما صرف اس (دنیوی) فانی نعمت پر ہی اکتفا نہ کر۔''

مسئلہ: والدین کیلئے دعا رحمت کرنے کا حکم اس وقت ہے جب وہ مسلمان ہوں۔

مذکورہ آخری نصیحت ایسی وسیع اور عام ہے کہ والدین کی وفات کے بعد جاری رکھا جا سکتا ہے جس کے ذریعہ وہ ہمیشہ والدین کی خدمت کا حق ادا کر سکتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کرا رہا تھا۔ اس نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ کیا میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۵، ج ۳)

اس آیت کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں ایک عجیب واقعہ قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے جسے بہت ہی فوائد کے پیش نظر لکھا جاتا ہے۔

ایک واقعہ عجیب

قرطبی نے اپنی اسناد متصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والد کو بلا کر لاؤ اسی وقت حضرت جبرئیل امین تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جب اس کا باپ آ جائے تو آپ ﷺ اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے، خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا۔

جب وہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ نے والد سے کہا کہ کیا بات ہے آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں۔ والد نے عرض کیا کہ آپ اس سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی، خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ایه﴾ (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی۔ اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں)

اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ

ہمارے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں۔ (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہوگئی جو ایک معجزہ ہے)

پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اشعار ہمیں سناؤ۔

اس وقت اس نے یہ اشعار سنائے:

غَذَوْتُکَ مَوْلُوْدًا وَعُلْتُکَ یَافِعًا
تُعَلُّ بِمَا اُدْنِیْ اِلَیْکَ وَتُنْھَلُ

میں نے تجھ کو کھلایا اس حال میں کہ تو نومولود تھا اور تیری کفالت کی اس حال میں کہ تو نوجوان تھا' جو کچھ میں تیرے قریب لاتا تھا اس سے تو دوسری بار پلایا جاتا تھا اور پہلی بار پلایا جاتا تھا۔

اِذَا لَیْلَۃٌ نَابَتْکَ بِالشَّکْوِ لَمْ اَبِتْ
بِشَکْوَاکَ اِلَّا سَاھِرًا اَتَمَلْمَلُ

جب کوئی رات بیماری کے ساتھ تجھ پر آتی میں تیری بیماری کی وجہ سے بیدار ہو کر بے چینی میں رات گذارتا تھا۔

کَاَنِّیْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَکَ بِالَّذِیْ
طُرِقْتَ بِہٖ دُوْنِیْ وَعَیْنِیْ تَھْمَلُ

گویا تو نہیں میں مصیبت زدہ تھا اس شکایت سے جو دراصل تجھے لاحق ہوئی تھی نہ کہ مجھے اور میری آنکھ اشک بار رہتی۔

تَخَافُ الرَّدٰی نَفْسِیْ عَلَیْکَ وَاِنَّھَا
لَتَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ حَتْمٌ مُؤَجَّلُ

میری جان کو تیری ہلاکت کا اندیشہ رہتا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ موت حتمی (اور اس کا وقت) مقرر ہے۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَایَۃَ الَّتِیْ
اِلَیْھَا مُدٰی مَاکُنْتُ فِیْکَ اُؤَمِّلُ

سو جب تو بالغ ہوا اور اس حد تک پہنچ گیا جہاں تک پہنچنے کی میں تیرے بارے میں امید کرتا تھا۔

جَعَلْتَ جَزَائِیْ مِنْکَ جَبْھًا وَغِلْظَۃً
کَاَنَّکَ اَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

تو اب تو مجھ کو میری جزا ترش روئی اور سختی کے ساتھ دے رہا ہے گویا کہ تو ہی مجھ پر فضل واحسان کرتا رہا۔

فَلَیْتَکَ اِذْلَمْ تَرْعَ حَقَّ اُبُوَّتِیْ
فَعَلْتَ کَمَا الْجَارُ الْمُجَاوِرُ یَفْعَلُ

کاش کہ اگر تو میرے حق ابوت کا خیال نہیں کر سکا تو ایسا سلوک کرتا جیسے ایک پڑوسی قریبی پڑوسی کے ساتھ کرتا ہے۔

وَسَمَّیْتَنِیْ بِاِسْمِ الْمُفَنَّدِ رَأْیُہٗ
وَفِیْ رَأْیِکَ التَّفْنِیْدُ لَوْ کُنْتَ تَعْقِلُ

تو نے میرا نام ضعیف العقل رکھا حالانکہ یہ کم عقلی تیری رائے میں ہے اگر تو سمجھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑا اور فرمایا

﴿اَنتَ وَمَالُکَ لِاَبِیکَ﴾

یعنی جا تو بھی اور تیرا مال بھی سب باپ کا ہے۔

(تفسیر قرطبی ص ۲۴۶، ج ۶)

سورۃ عنکبوت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْناً وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اس کے ساتھ یہ بھی جتا دیا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس (کے معبود ہونے) کی دلیل تیرے پاس نہیں تو اُن کا کہنا نہ ماننا۔ تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ سو میں تم کو تمہارے سب کام جتلا دوں گا۔

تشریح: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ﴾ وصیت کا معنی ہے کہ نصیحت آمیز بات کرنا۔

اس جگہ خوبی والے طرز عمل کو مبالغہ کے لئے ''حسن'' سے تعبیر کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ وصیت فرمائی کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ﴾

یعنی والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اگر ماں باپ کفر وشرک کے لئے کہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا کیونکہ کفر وشرک بہت بڑے گناہ ہیں اور بالفرض کفر وشرک کے لئے نہ کہیں بلکہ اللہ رب العزت کی کسی اور نافرمانی کے لئے حکم دیں۔ مثلاً فرض نماز، روزہ یا حج فرض ادا کرنے سے روکیں یا شادی بیاہ میں باجے اور ناچنے کا حکم دیں یا حرام کمانے کا حکم دیں تو بھی ان کا حکم نہ ماننا۔ اس کے لئے جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ﴾

یعنی کسی مخلوق کی کوئی فرمانبرداری جائز نہیں ہے، پیدا کرنے والے کی نافرمانی میں۔

ماں باپ ہو یا پیر و مرشد ہو یا کسی بھی درجے کا حاکم ہو ان کی فرمانبرداری صرف اسی صورت میں جائز ہے جس میں خالق کائنات کی نافرمانی نہ ہو۔

مذکورہ بالا آیت حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی یہ ان دس حضرات صحابہ میں شامل ہیں جن کو آپ ﷺ نے زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

یہ اپنی والدہ کے بہت فرمانبردار تھے اور ان کی راحت رسانی میں بڑے مستعد تھے ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان کو جب معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے مسلمان ہو گئے تو انہوں نے بیٹے کو تنبیہ کی اور قسم کھائی کہ میں اس وقت تک نہ کھانا

کھاؤں گی، نہ پانی پیوں گی جب تک کہ تم اپنے آبائی دین پر واپس نہ آ جاؤ یا میں اس طرح بھوک و پیاس سے مرجاؤں گی اور ساری دنیا میں ہمیشہ کے لئے یہ رسوائی تمہارے سر رہے کہ تم اپنی ماں کے قاتل ہو۔

اس آیت میں قرآن مجید نے حضرت سعدؓ کو ان کی بات ماننے سے روک دیا۔

بغوی کی روایت ہے کہ حضرت سعدؓ کی والدہ ایک دن اور ایک رات اور بعض اقوال کے مطابق تین دن تین رات اپنی قسم کے مطابق بھوکی پیاسی رہیں۔ حضرت سعدؓ حاضر ہوئے۔ ماں کی محبت واطاعت اپنی جگہ تھی مگر اللہ رب العزت کے فرمان کے سامنے کچھ نہ تھی۔ اس لئے والدہ کو خطاب کر کے کہا ''اماں جان اگر آپ کے بدن میں سو روحیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے نکلتی رہتی میں اس کو دیکھ کر بھی کبھی اپنا دین نہ چھوڑتا۔''

اب تم چاہو کھاؤ پیو یا مر جاؤ۔ بہر حال میں اپنے دین سے نہیں ہٹ سکتا۔ ماں نے اس گفتگو سے مایوس ہو کر کھانا کھالیا۔ (معارف القرآن ص ۶۷۷، ج ۶)

سورۃ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾

یعنی دین میں تو ان کا کہنا نہ مانو مگر دنیا کے کاموں میں مثلاً جسمانی خدمت یا مالی خدمت وغیرہ اس میں کوئی کمی نہ ہونے دو اور دنیاوی معاملات میں دستور کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی باتوں کا اچھی طرح

جواب دیا کرو، ان کی بے ادبی نہ کرو غرض ہر ایسا عمل جس سے ان کو تکلیف ہوتی ہو اس سے اجتناب کرو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماء کا بیان ہے ''میرے پاس میری ماں آئی۔ اس زمانے میں وہ مشرکہ تھی، قریش کے حلقہ میں داخل تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾ میری ماں آئی ہیں اور مدد کی خواہشمند ہیں کیا میں اس کے ساتھ قرابت کا تعلق جوڑے رکھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی اور خدمت گذاری میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔ اگرچہ ماں باپ مشرک ہوں۔ البتہ ان کی غلط راہ اور باطل مذہب ان کے کہنے سے اختیار نہ کرے۔''

والدین کی اطاعت حدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کی رضامندی و ناراضگی، والدین کی رضامندی و ناراضگی میں ہے

﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى اللّٰهِ فِيْ رِضَى الْوَالِدَيْنِ وَسَخَطُ اللّٰهِ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ﴾

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(درمنثور ص ۱۷۲، ج ۴ از حاکم وبیہقی)

تشریح: یعنی ماں باپ کو راضی رکھا تو اللہ پاک بھی راضی ہیں۔ اور ماں باپ کو ناراض کیا تو اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوگا۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے ماں باپ کو راضی رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ جب ماں باپ کو ناراض رکھا تو اللہ کے حکم کی نافرمانی ہوئی جو اللہ جل شانہ کی ناراضگی کا باعث ہوئی۔

یہ اسی صورت میں ہے جب کہ ماں باپ کسی ایسے کام کے نہ ہونے سے ناراض ہوں جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔ اگر ماں باپ خلاف شرع کسی کام کا حکم دیں تو اس کام میں والدین کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس جو موافق شرع ہے وہ کرنا لازم ہے۔ اگر اس پر ماں باپ ناراض ہوں تو اس کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ جل شانہ اس پر مواخذہ نہیں فرمائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت کو ناراض کر کے اللہ کی کسی مخلوق کو خوش کرنا جائز نہیں۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اور میں نے اپنے والدین کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ دونوں (میری

جدائی کی وجہ سے) رو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس جا اور ان کو ہنسا، جیسا کہ تو نے ان کو رُلایا۔

یہ شخص نیک نیتی سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا تھا جس کے نیک عمل اور مبارک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ پھر بھی نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ماں باپ کو ہنساؤ جیسا کہ پہلے رلایا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ہجرت کرنا فرض نہ تھا اور مسلمان ہر جگہ امن و امان کے ساتھ زندگی اسلام کے مطابق گذار سکتے تھے۔ اسلام پورے خطہ عرب میں پھیل چکا تھا۔

اس حدیث میں ماں باپ کی دلداری کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوئی ایسا کام کرنا جس سے ماں باپ خوش ہوں اور جس سے ان کو ہنسی آئے ثواب کا کام ہے۔

والدین کی آغوش میں جنت ہے

﴿عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاحَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ﴾

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم سے پوچھا کہ ”حضور ﷺ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں تیری جنت یا تیری جہنم ہیں۔“

(مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۱)

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماں باپ کی فرمانبرداری وخدمت کرو گے اوران کوراضی رکھو گے تو جنت پالو گے۔ اوراس کے برعکس اگران کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کر کے انہیں ناراض کرو گے اوران کا دل دکھاؤ گے تو پھرتمہارا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن اوفیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور ﷺ تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیابات ہے؟

عرض کیا یارسول اللہ! دل پر ایک قفل (تالہ) سالگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی والدہ اس سے ناراض ہے اوراس نے والدہ کوتکلیف دی ہے۔

حضور ﷺ نے والدہ کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کرتمہارے لڑکےکواس میں ڈالنے لگےتو تم سفارش کروگی انہوں نے عرض کیاہاں حضور کروں گی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہےتو اس کاقصور معاف کردے۔ انہوں نے سب معاف کردیا پھراس شخص سے کلمہ پڑھنےکوکہا گیاتو فوراً پڑھ لیا۔

حضور ﷺ نے اللہ رب العزت کا شکرادا کیا کہ میری وجہ سے اس نے آگ سے نجات پائی۔ (بحوالہ نفحۃ العرب ص ۱۸۲)

حضرت حیوۃ بن شریحؒ ایک بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں ان کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے اوران کی کرامت

مشہور و معروف تھی کنکریاں ہاتھ میں اٹھاتے اور دعا فرما دیتے تھے تو وہ کنکریاں چھوارے بن جاتی تھیں۔

ان کو یہ عظیم مقام والدہ کی فرمانبرداری کے صدقے میں ملا تھا۔ جب حیوۃؒ لوگوں کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور ماں آواز دیتی کہ:

''اے حیوہ اٹھ، مرغیوں کو دانہ ڈال کے آ''

تو فوراً ذرہ بھر تاخیر کئے بغیر اٹھ کر تعمیل حکم فرماتے تھے۔ (بحوالہ نفحۃ العرب ص ۱۸۰)

باپ کی طرف گھور کر دیکھنا بھی عقوق (نافرمانی) میں شامل ہے

﴿وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَرَّ اَبَاهُ مَنْ حَدَّ اِلَيْهِ الطَّرْفَ﴾

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا جس نے والد کو تیز نظر سے دیکھا۔

(از بیہقی فی الایمان ص ۱۷۱، جلد ۴)

تشریح: احادیث شریفہ میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کو ''بر'' سے اور برے برتاؤ کو ''عقوق'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور

دونوں لفظ والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے تعلق رکھنے کے بارے میں بھی وارد ہوئے ہیں۔

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو تیز نظر سے دیکھنا بھی ان کے ستانے میں داخل ہے۔

حضرت حسنؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ ''عقوق'' یعنی ماں باپ کے ستانے کی کیا حد ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ان کو (خدمت سے اور مال سے) محروم کرنا اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ دینا اور ان کے چہرے کی طرف تیز نظر سے دیکھنا یہ سب ''عقوق'' ہے۔ (درمنثور از ابن ابی شیبہ)

حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ اگر ماں باپ تجھے ناراض کردیں (یعنی ایسی بات کہہ دیں کہ جس سے تجھے ناگواری ہو تو ان کی طرف ترچھی نظر سے (بھی) مت دیکھنا۔ کیونکہ انسان جب کسی پر غصہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے تیز نظر سے ہی اس کا پتہ چلتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دل سے ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے اعضاء و جوارح سے بھی فرمانبرداری اور انکساری ظاہر کرنی چاہیئے۔

ماں باپ کی اطاعت کہاں تک؟

ایک طرف احادیث میں حکم یہ ہے کہ والدین کے حکم پر چلنا ضروری ہے۔ دوسری طرف یہ بھی حکم ہے

﴿لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ﴾

یعنی کسی مخلوق کی کوئی فرمانبرداری پیدا کرنے والے کی نافرمانی میں (جائز) نہیں ہے۔

جہاں تک اللہ رب العزت کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں مخلوق کے حکم پر چلنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا والدین کا حکم اس حد تک ماننا چاہئے جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کسی مخلوق کی حق تلفی نہ ہو کیونکہ کسی کی حق تلفی کرنا بھی اللہ رب العزت کی نافرمانی ہے۔

لہٰذا والدین اور بیوی کے مسائل کسی کے درپیش ہوں تو ان میں اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ خصوصاً آج کے دور میں حدود شرعیہ کی پابندی نہیں کی جاتی۔ اس وجہ سے اس قسم کے جھگڑے چلتے ہیں۔ والدین بھی کبھی حدود شرعیہ کا لحاظ کرتے ہوئے حکم نہیں دیتے۔

کبھی کبھی والدین اپنی اولاد کو رشتہ زوجیت ختم کرنے اور بیوی کو طلاق دینے تک پر بضد ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے معاملات میں ان کی اطاعت ضروری نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ والدین غصہ میں اور جذبات سے متاثر ہو کر ایسا حکم دیں جو بیٹا عمل کر بیٹھے لیکن بعد میں اس کے نتائج برداشت کرنے کا متحمل نہ ہو۔ اس لئے ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ خود اپنے حالات کا جائزہ لے کر دیکھ لینا چاہئے کہ طلاق دینا مناسب ہے یا نہیں۔

تیسری نصیحت

﴿وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِأَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اور کبھی ایک فرض نماز قصداً نہ چھوڑو، کیونکہ جس نے ایک فرض نماز بھی قصداً چھوڑی، اس کے لئے اللہ کا عہد اور ذمہ نہیں رہا۔

نماز اسلامی معاشرے کی جان ہے اسی لئے قرآن میں دعوت ایمان کے بعد اقامت صلوٰۃ کی تاکید کی گئی ہے اور حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔

﴿بَيْنَ الْاِيْمَانِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ﴾

ایمان اور کفر کے درمیان فرق ترک نماز ہے۔

لغت کے اعتبار سے لفظ ﴿صلوۃ﴾ کا مادہ ص، ل، ی ہے جس کے معنی ٹیڑھی لکڑی کو آگ دکھا کر سیدھا کر دینا۔ اسلام میں اہم ترین عبادت کو بھی صلوۃ اسی لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ نفس کی اس کجی کو جو اس کی فطرت میں داخل ہے یہ عبادت دور کر دیتی ہے۔

انسان اپنی اس نفس کجی کے ساتھ دربار باری تعالیٰ میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کی ہیبت وعظمت کی حرارت اور اس کی بزرگی وکبریائی اور اس کا جلال اس کجی کو دور کر دیتا ہے نیز صلوۃ کے معنی رحمت اور دعا کے بھی ہیں پس یہ عبادت ایک پہلو سے حرارت ہے تو دوسرے پہلو سے رحمت ہے کہ اس کی وہ حرارت جو دنیا میں نفس پر شاق گذرتی ہے آخرت میں وہ رحمت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں نماز کا بیان شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

﴿اِعْلَمْ اَنَّ الصَّلٰوۃَ اَعْظَمُ الْعِبَادٰتِ شَاْناً وَاَوْضَحُهَا بُرْهَاناً وَاَشْهَرُهَا فِی النَّاسِ وَاَنْفَعُهَا فِی النَّفْسِ وَلِذَالِکَ اِعْتَنٰی الشَّارِعُ بِبَیَانِ فَضْلِهَا وَتَعْیِیْنِ اَوْقَاتِهَا وَشُرُوْطِهَا وَاَرْکَانِهَا وَاٰدَابِهَا وَرُخَصِهَا وَنَوَافِلِهَا اِعْتِنَاءً عَظِیْماً لَمْ یَفْعَلْ فِیْ سَائِرِ اَنْوَاعِ الطَّاعَاتِ وَجَعَلَهَا مِنْ اَعْظَمِ شَعَائِرِ الدِّیْنِ﴾ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۸۶)

ترجمہ: نماز اپنی عظمت شان اور مقتضائے عقل وفطرت ہونے کے لحاظ سے تمام عبادات میں خاص امتیاز رکھتی ہے اور خدا شناس و خدا پرست انسانوں میں سب سے زیادہ مصروف ومشہور اور نفس کے تزکیہ اور تربیت کے لئے سب سے زیادہ نفع مند ہے اس لئے شریعت نے اس کی فضیلت اسکے اوقات کے تعیین وتحدید اور اس کے شرائط وارکان اور آداب ونوافل

اور اس کی رخصتوں کے بیان کا وہ اہتمام کیا جو عبادات و طاعات کی کسی دوسری قسم کے لئے نہیں کیا اور انہی خصوصیات و امتیازات کی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے۔

اسی کتاب کے دوسرے مقام پر حضرت شاہ صاحبؒ نماز کے اجزاء اصلیہ اور اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

﴿وَاَصْلُ الصَّلٰوةِ ثَلٰثَةُ اَشْيَاءَ اَنْ يَّخْنَعَ الْقَلْبُ عِنْدَ مُلَاحِظَةِ جَلَالِ اللّٰهِ وَعِظْمَتِهٖ وَيُعَبِّرُ اللِّسَانُ عَنْ تِلْكَ الْعَظْمَةِ وَذَالِكَ الْخُضُوْعُ بِاَفْصَحِ عِبَارَةٍ وَاَنْ يُّؤَدِّبَ الْجَوَارِحُ حَسْبَ ذَالِكَ الْخُضُوْعِ﴾

ترجمہ: نماز کے اصل میں عناصر تین ہیں۔ ایک یہ کہ قلب اللہ تعالیٰ کی انتہائی عظمت و جلال کے دھیان سے سرافگندہ ہو، اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و سرافگندی کو بہتر سے بہتر الفاظ میں اپنی زبان سے ادا کرے، اور تیسرے یہ کہ باقی تمام ظاہری اعضاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عاجزی و بندگی کی شہادت کیلئے استعمال کرے۔

پھر اسی سلسلہ کلام میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں۔

﴿اَمَّا الصَّلٰوةُ فَهِيَ الْمَعْجُوْنُ الْمُرَكَّبُ مِنَ الْفِكْرِ الْمَصْرُوْفِ تِلْقَاءَ عَظْمَةِ اللّٰهِ وَمِنَ الْاَدْعِيَةِ الْمُبَيِّنَةِ اِخْلَاصُ عَمَلِهٖ لِلّٰهِ وَتَوْجِيْهُ وَجْهِهٖ تِلْقَاءَ اللّٰهِ وَقَصْرُ

الْاِسْتِعَانَةِ فِی اللّٰہِ وَمِنْ اَفْعَالٍ تَعْظِیْمِیَّةٍ كَالسُّجُوْدِ وَالرُّكُوْعِ وَیَصِیْرُ كُلٌّ وَاحِدٍ عُضُدًا لِاٰخِرِ وَ مُكَمِّلَةً وَالْمُنَبِّهَ عَلَیْهِ﴾

ترجمہ: نماز دراصل ایک معجون مرکب ہے۔ ایک اللہ رب العزت کی عظمت و کبریائی کا تفکر و استحضار، دوسرے چند ایسی دعائیں اور ایسے اذکار جن سے یہ بات ظاہر ہو کہ بندہ کی بندگی اور اس کے اعمال خالص اللہ کے لئے ہیں اور وہ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ اللہ رب العزت ہی کی طرف کر چکا ہے، اور اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد چاہتا ہے اور تیسرے چند تعظیمی افعال جیسے رکوع و سجدہ وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا اور اس کی طرف دعوت و ترغیب کا ذریعہ بنتا رہتا ہے۔

پھر تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں۔

﴿وَالصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعِدَّةٌ لِلتَّجَلِّیَاتِ الْاُخْرَوِیَّةِ وَسَبَبٌ عَظِیْمٌ لِمُحَبَّةِ اللّٰہِ وَرَحْمَتِهٖ وَاِذَاتَمَكَّنَتْ مِنَ الْعَبْدِ اِضْمَحَلَّ فِی نُوْرِ اللّٰہِ وَ كَفَرَتْ عَنْهُ خَطَایَاهُ وَلَاشَیْئَ اَنْفَعَ مِنْ سُوْءِ الْمَعْرِفَةِ مِنْهَا اِذَا فَعَلْتَ اَفْعَالَهَا؟ وَاَقْوَالَهَا عَلٰی حُضُوْرِ الْقَلْبِ وَالنِّیَّةِ الصَّالِحَةِ وَاِذَا جُعِلَتْ رَسْماً مَشْهُوْرًا نَفَعَتْ مِنْ غَوَائِلِ الرُّسُوْمِ نَفْعاً بَیِّناً وَصَارَتْ شِعَاراً لِلْمُسْلِمِ یَتَمَیَّزُبِهٖ مِنَ الْكَافِرِ وَلَا شَیْئَ فِیْ تَمْرِیْنِ النَّفْسِ عَلٰی اِنْقِیَادِ الطَّبِیْعَةِ

لِلْعَقْلِ وَجِرْيَانِهَا فِىْ حُكْمِهٖ مِثْلَ الصَّلوٰةِ

(حجۃ اللہ البالغہ)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی مندرجہ ذیل چند خصوصیات اور تاثیرات بیان کی ہیں۔

اول یہ کہ وہ اہل ایمان کی معراج ہے اور آخرت میں تجلیات الٰہی کے جو نظارے اہل ایمان کو نصیب ہونے والے ہیں ان کی استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کا خاص ذریعہ ہے۔

دوم یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت ورحمت کے حصول کا وسیلہ ہے۔

سوم یہ کہ نماز کی حقیقت جب کسی بندہ کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی روح پر نماز کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ نور الٰہی کی موجوں میں ڈوب کر گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے (جیسے کہ کوئی میلی کچیلی چیز دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک وصاف ہو جاتی ہے یا جیسے لوہا آگ کی بھٹی میں رکھ کر صاف کیا جاتا ہے)

چہارم یہ کہ نماز جب حضور قلب اور صادق نیت کے ساتھ پڑھی جائے تو غفلت اور برے خیالات ووساوس کے ازالہ کی وہ بہترین اور بے مثل دوا ہے۔

پنجم یہ کہ نماز کو جب پوری امت مسلمہ کے لئے ایک معروف ومقرر رسم اور عمومی وظیفہ بنا دیا گیا تو اس کی وجہ سے کفر وشرک اور فسق وضلال کی بہت سی تباہ کن رسوم سے حفاظت کا فائدہ بھی حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کا وہ ایک ایسا امتیازی

شعاراور دینی نشان بن گیا جس سے کافراور مسلم کو پہچانا جاسکتا ہے۔

ششم یہ کہ طبیعت کو عقل کی رہنمائی کا پابند اور اسکا تابع فرمان بنانے کی مشق کا بہترین ذریعہ یہی نماز کا نظام ہے۔

نماز کی عظمت واہمیت کے بارے میں جو کچھ مذکورہ بالا اقتباسات حضرت شاہ صاحبؒ کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' سے نقل کئے ہیں، اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اب ہم نماز کے متعلق جناب نبی کریم ﷺ کی چند حدیثیں بیان کرتے ہیں۔

خشوع وخضوع والی نمازوں پر وعدہ مغفرت:

﴿عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسُ صَلَوٰاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ﴾

(سنن ابی داؤد شریف)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ نمازیں اللہ رب العزت نے فرض کی ہیں جس نے ان کے لئے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع وسجود بھی جیسے کرنے چاہئے ویسے ہی کئے اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص

کے لئے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا (اور نماز کے بارے میں اس نے کوتاہی کی) تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز ایک ایسا مبارک عمل ہے جس کے ذریعہ نماز پڑھنے والے کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور گناہوں کی گندگی دھلتی رہتی ہے۔ لیکن نماز کی یہ تاثیر اور برکت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ نمازی کبیرہ گناہوں سے محفوظ رہے کیونکہ کبیرہ گناہوں کی نجاست اتنی غلیظ ہوتی ہے کہ اس کا ازالہ صرف اور صرف توبہ ہی سے ممکن ہے۔

بغیر خشوع وخضوع والی نماز پر وعید

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّى الصَّلٰوٰتِ لِوَقْتِهَا وَاَسْبَغَ لَهَا وُضُوْءَ هَا وَاَتَمَّ لَهَا قِيَامَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَآءُ مُسْفِرَةٌ تَقُوْلُ حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ وَمَنْ صَلَّهَا لِغَيْرِ وَقْتِهَا وَلَمْ يَسْبَغْ لَهَا وُضُوْئَهَا وَلَمْ يَتِمَّ لَهَا خُشُوْعَهَا وَلَا رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَآءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا

ضَيَّعْتَنِيْ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ يُضْرَبُ بِهَا وَجْهُهٗ﴾

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے، خشوع وخضوع سے بھی پڑھے، کھڑا بھی پورے وقار سے ہو، پھر اسی طرح رکوع وسجدہ بھی اچھی طرح اطمینان سے کرے، غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ رب العزت تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع وسجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا۔ اسکے بعد وہ نماز پرانے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

تشریح: یہ بات یاد رہے کہ نماز سے دنیوی اور اخروی دونوں طرح کی برکتیں اسی وقت حاصل ہوتی ہیں جب نماز کا اہتمام ہو اور پوری توجہ کے ساتھ ادا کی جائے اور اس کے تمام ظاہری اور باطنی آداب کو بجالایا جائے۔

لیکن اگر نماز بے توجہی اور بے دلی سے پڑھی جائے، آداب نماز کا لحاظ نہ کیا جائے اور ارکان نماز کو صحیح طور پر ادا نہ کیا جائے تو وہ نماز مسترد کر دی جاتی ہے اور نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ ایسی نماز سے نہ تو نورانیت پیدا

ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر دوسرے بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ فوائد و برکات کے لحاظ سے ایسی نماز کا وجود اور عدم برابر ہوتا ہے۔

پنجگانہ نمازیں گناہوں سے پاکی کا ذریعہ

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَئَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نِهْراً بِبَابِ اَحَدِكُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا هَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالُوْ لَایَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالَ فَذَالِكَ مَثَلُ الصَّلٰوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَایَا﴾ (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو جس میں پانچ دفعہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں باقی رہے گا، آپ نے ارشاد فرمایا بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔

تشریح: جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور پانی جتنا بھی گہرا ہوا اتنا ہی صاف وشفاف ہوگا اسی لئے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا فرمایا گیا ہے اور جتنے صاف پانی سے آدمی غسل کرے گا اتنی ہی بدن پر صفائی آئے گی۔ اسی طرح اگر نمازیں کو آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں

گی تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں پانی کی نہر کے بجائے درخت کے پتوں کے جھڑنے سے گناہوں کے جھڑنے کی تشبیہ دی گئی ہے۔

ابوعثمانؒ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں (ایک روز) حضرت سلمانؓ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا حضرت سلمانؓ نے ایک درخت کی خشک ٹہنی پکڑی اور اسے خوب ہلایا یہاں تک کہ اس کے تمام پتے جھڑ گئے۔ اس کے بعد بولے ابوعثمان! تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا (بتا دیجئے) کیوں کیا؟

حضرت سلمانؓ نے فرمایا میرے ساتھ بھی جناب نبی کریم ﷺ نے یہی کیا تھا۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ (اسی طرح) ایک درخت کے نیچے تھا، آپ ﷺ نے اس کی ایک خشک شاخ پکڑی اور اس کو (اسی طرح) حرکت دی یہاں تک کہ اس کے سارے پتے جھڑ گئے۔

پھر فرمایا سلمان! پوچھتے نہیں میں نے ایسا کیوں کیا؟ (حضرت سلمان بیان کرتے ہیں کہ) میں نے سوال کیا (حضور ﷺ) فرمائیے کیوں کیا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مسلمان (بندہ) وضو کرتا ہے اور اچھی طرح کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے یہ پتے جھڑ گئے۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفاً مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ ذَالِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ﴾

ترجمہ: نماز قائم کریں کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں (دیکھو) یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

بے نمازیوں کا حشر قارون، فرعون، ھامان اور ابی بن خلف جیسوں کے ساتھ

﴿عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِوؓ بْنِ الْعَاصِؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَنَّہٗ ذَکَرَ اَمْرَ الصَّلٰوۃِ یَوْماً فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْراً وَبُرْھَاناً وَنَجَاۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ لَمْ یَحْفَظْ عَلَیْھَا لَمْ تَکُنْ لَہٗ نُوْرًا وَلَا بُرْھَاناً وَلَا نِجَاۃً وَکَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلْفٍ﴾ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بارے میں گفتگو فرماتے

ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ نماز اہتمام سے ادا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس کے واسطے نور ہوگی (جس سے قیامت کے اندھیریوں میں اس کو روشنی ملے گی) اور اس کے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے اس کی وفاداری اور اطاعت شعاری کی نشانی اور دلیل ہوگی اور اس کے لئے نجات کا ذریعہ بنے گی۔ اور جس شخص نے نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا (اور اس سے غفلت اور بے پروائی برتی) تو وہ اس کے واسطے نہ نور بنے گی نہ برھان اور نہ ذریعہ نجات اور بدبخت قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور (مشرکین مکہ کے سرغنہ) ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے لاپروائی وہ جرم عظیم ہے کہ تارک نماز کا حشر اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔

مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں مال حاصل کرنے کے چار طریقے ہیں:

۱۔ حکومت اور بادشاہت ۲۔ ملازمت

۳۔ زراعت وتجارت ۴۔ صنعت کاری اور حرفت یعنی دستکاری

پس جو شخص سیاست اور حکومت کی وجہ سے نماز چھوڑ بیٹھا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا جو ملازمت کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے تو اس کا حشر ہامان (فرعون کے وزیر کے ساتھ) ہوگا جو شخص تجارت اور کھیتی باڑی وغیرہ کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے وہ ابی بن خلف کے ساتھ جہنم میں جائے گا کیونکہ یہ شخص کھیتی

بھی کرتا اور تجارت وکاروبار بھی کرتا تھا، جو شخص دستکاری میں لگ کر نماز چھوڑتا ہے وہ قارون کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا کیونکہ قارون دستکاری کرتا تھا۔

کفر اور اسلام کے درمیان فرق کی علامت نماز ہے

﴿عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ﴾ (مسلم شریف)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔

تشریح: نماز دین کا ایک شعار اور علامت ہے اس کی ادائیگی ایمان کی علامت ونشانی ہے اور اس کا چھوڑ دینا کفر کی علامت ہے یعنی جو شخص نماز کو دانستہ چھوڑ دیتا ہے تو گویا وہ اپنے اور کفر کے درمیان سے فاصلے اور رکاوٹ کو خود ختم کر دیتا ہے اور کفر کی سرحد پر پہنچ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور اسلام قبول کرنے والے عام لوگوں کے درمیان نماز کے عہد وپیمان کا فرق ہے۔ پس جو کوئی نماز چھوڑ دے گا تو گویا اس نے اسلام کی راہ چھوڑ کر کافرانہ طریقہ اختیار کیا۔

نوٹ: تارک الصلوۃ استحلالاً (بالاجماع کافر ہے البتہ) تارک الصلوہ تکاسلاً امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کافر نہیں فاسق ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم وقت اس کو قید کرے اور خوب پٹائی کرے یہاں تک کہ مر جائے یا پھر توبہ کر لے۔ جبکہ دیگر آئمہ نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور ارتداد کی سزا کا مستحق قرار دیا ہے۔

دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال جہنم میں جلنا

﴿رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی مَضٰی وَقْتُهَا ثُمَّ قُضِیَ عُذِّبَ فِی النَّارِ حَقْبًا وَالْحَقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً وَالسَّنَةُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ یَوْمًا کُلَّ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ﴾

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور ایک حقب کی مقدار اسی (۸۰) برس کے برابر ہوگا۔ اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے۔ اور قیامت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار برس کے برابر ہوگا۔ (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس (۲۸۸۰۰۰۰۰) ہوئی۔ (مجالس الابرار صفحہ نمبر ۵۶۳ مجلس نمبر ۱۵)

نمازی پر پانچ انعام

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے اللہ رب العزت پانچ طرح سے اس کا اکرام واعزاز فرماتے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ قیامت کے دن اس کے اعمال نامے اس کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورہ الحاقہ میں مفصل مذکور ہے جن لوگوں کے اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش وخرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے۔

بے نمازی کو پندرہ قسم کا عذاب

اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔

دنیا کے پانچ عذاب

دنیا کے پانچ عذاب یہ ہیں:

۱۔ اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اس کی روزی میں برکت نہیں رہتی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

۵۔ پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا۔

موت کے وقت تین عذاب

اور موت کے وقت تین عذاب یہ ہیں:

۱۔ اول ذلت سے مرتا ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ بھوکا مرتا ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ پیاس کی شدت میں موت آتی ہے۔ (اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی)

قبر کے تین عذاب

قبر کے تین کے عذاب یہ ہیں:

۱۔ اول قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اس کی قبر میں آگ جلادی جاتی ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے۔ اتنے لانبے کہ ایک دن پورا چل کر اس کے اختتام کو پہنچے۔ اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کے نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔

قبر سے نکلنے پر تین عذاب

اور قبر سے نکلنے کے بعد تین عذاب یہ ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ حساب سختی سے کیا جائے گا۔

۲۔ دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کا اس پر غصہ ہوگا۔

۳۔ تیسرا یہ کہ جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ کل میزان چودہ سزائیں ہوئیں۔

ممکن ہے کہ پندرھویں بھول سے رہ گئی ہو۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ پہلی سطر او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔ دوسری سطر او اللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص۔ تیسری سطر جیسا کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا۔ آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ (فضائل نماز از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

قرون اولیٰ کے نمازی

☆ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات مسجد نبوی میں گذاری۔ حضور اقدس ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ مجھے بھی شوق ہوا کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھوں میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نیت باندھ لی۔ حضور ﷺ سورہ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ سو آیتوں پر رکوع کر دیں گے مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا کہ دو سو پر رکوع کر دیں گے مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورہ کے ختم ہی پر کریں گے۔ جب سورۃ ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے کئی مرتبہ ﴿اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ﴾ پڑھا اور سورہ آل عمران شروع کر دی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں گے۔ حضور ﷺ نے اس کو ختم کیا اور تین مرتبہ ﴿اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ﴾ پڑھا اور سورہ مائدہ شروع کر دی۔ اس کو

ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ﴾ پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے۔ جو سمجھ میں نہ آیا اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی﴾ بھی پڑھتے رہے اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے اس کے بعد دوسری رکعت میں سورہ انعام شروع کر دی۔

میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ پارے ہوئے اور پھر حضور ﷺ کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔ ایسی صورت میں کتنی لمبی رکعت ہوئی ہوگی۔ اسی وجہ سے آپ کے پاؤں مبارک پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آ جاتا تھا مگر جس چیز کی لذت دل میں اتر جائے تو مشقت، تکلیف اور دشواری نہیں ہوتی۔ (فضائل نماز ص ۳۲)

حضرت علیؓ کو دوران جنگ ایک تیر لگ گیا جو آپ کی ران میں گھس گیا۔ اس کو نکالنے کی کوشش کی گئی مگر وہ نہ نکلا۔ صحابہ کرامؓ نے مشورہ کیا کہ جب آپ نماز پڑھیں گے تو ہم تیر نکالیں گے۔ چنانچہ جب آپ نے نماز شروع کی اور سجدہ میں گئے تو تیر زور سے کھینچ کر نکال لیا گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو ارد گرد جمع دیکھ کر فرمایا کیا تم تیر نکالنے آئے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے عرض کیا حضرت! تیر تو ہم نے نکال بھی لیا۔

☆ محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ وہ تو سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا۔ اس کے والد نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو ذرا

سمجھاؤ۔ میں ایک مرتبہ اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا وہ سامنے سے گذرا تو میں نے اس کو بلایا۔ وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا۔ چچا شاید آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان میں نے اسی محلّہ کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے۔ انہوں نے کوشش کی محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گئے۔ جب وہ بلا لئے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے۔ ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہ رہا۔

میرا عمل دن میں دو بار ان پر ظاہر ہوتا ہوگا، وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے چچا جان! ان جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے، پھر وہ ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے۔ اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا۔ تیسرے دن ہم نے سنا کہ وہ بھی رخصت ہوگیا۔

اللہ رب العزت ہم سب کو پانچ وقت کی نماز باجماعت خشوع وخضوع اور پابندی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿وَلَاتَشْرِبَنَّ خَمْراً فَاِنَّهٗ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ﴾

اور شراب نہ پینا یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔

خمر کسے کہتے ہیں:

خمر...... شراب انگوری اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام ہے جب کہ وہ نشہ آور ہو، خمر ہے، لیکن مجازاً ہر نشے والی چیز کو خمر کہہ دیتے ہیں۔

علامہ بغوی، سید مرتضٰی زبیدی صاحب تاج العروس شرح قاموس میں رقم طراز ہیں:

﴿وَاعْلَمْ اَنَّ كَوْنَ الْخَمْرَ اِسْمًا لِلنَّيِّ مِنْ مَاءِ الْعِنَبِ اِذَا صَارَ مُسْكِراً حَقِيْقَةً بِالْاِتِّفَاقِ مِنْ اَئِمَّةِ اللُّغَةِ حَتّٰى اِشْتَهَرَ اِسْتِعْمَالُهٗ فِيْهِ وَفِيْ غَيْرِهٖ سُمِّيَ بِاَسَامِيْ مُخْتَلِفَةٍ مَجَازاً﴾

اور یہ جان لینا چاہئے کہ باتفاق ائمہ لغت انگور کے کچے پانی کا جبکہ وہ نشہ آور ہو "خمر" نام ہونا حقیقت ہے۔ حتی کہ خمر کا استعمال اس میں مشہور ہے۔ دوسری شرابوں میں کہ جو مختلف ناموں سے موسوم ہیں۔ اس کا استعمال مجازاً ہے۔

خمر یا تو اختمار سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا۔

یا مخامرۃ سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں۔ چونکہ یہ وسواس کو گم کر دیتی ہے اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے۔ اس لئے خمر سے موسوم ہوئی۔

اسلام سے پہلے عرب میں مدت سے شراب اور جوئے کا عام دستور تھا اور اہل عرب ان دونوں چیزوں کے بہت زیادہ دلدادہ تھے۔ ہر چھوٹا بڑا اس قدر شراب پیتا تھا کہ گویا کہ شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہو۔ تمام عرب میں چند افراد ہی ان سے محفوظ رہے ہوں گے۔

جب جناب نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ میں بھی شراب کا رواج تھا۔ چند صحابہ کرامؓ کو اس کے مفاسد کا زیادہ احساس ہوا اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور چند انصاری صحابہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شراب اور قمار انسان کی عقل کو ضائع کر دیتی ہے اور مال بھی تباہ و برباد ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

حضرات صحابہؓ کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ﴾

یہ پہلی آیت ہے جس میں شراب اور جوئے سے مسلمانوں کو روکنے کا ابتدائی حکم آیا ہے۔ اس آیت میں شراب اور جوئے کو صاف طور سے حرام تو نہیں قرار دیا ہے مگر اس کی خرابیاں اور مفاسد ظاہر کر کے اس کو چھوڑنے کا مشورہ دیا ہے۔

چنانچہ اس آیت کو سن کر بعض صحابہ کرامؓ نے فوراً دونوں چیزوں کو ترک کر دیا اور بعض صحابہ کرامؓ نے یہ خیال کیا کہ اس آیت میں حرمت کا حکم تو نہیں آیا ہے اس لئے اس کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اس آیت کے نزول کے بعد بھی بعض شراب استعمال کرتے تھے۔

اس کے بعد ایک دن مدینہ منورہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے صحابہ کرامؓ میں سے اپنے چند دوستوں کی دعوت کی۔ دعوت سے فارغ ہونے کے بعد حسب دستور شراب استعمال کی۔ اسی حال میں مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ سب نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ایک صاحب کو امام بنایا گیا۔ انہوں نے نشہ کی حالت میں جو تلاوت کی تو سورہ ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ﴾ کو غلط پڑھا۔ اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُو الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی﴾

اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ (سورہ نساء)

اس آیت میں خاص اوقات نماز میں شراب کی ممانعت آ گئی۔ باقی اوقات میں اس کی اجازت رہی۔ مگر نماز کے علاوہ اس کی ممانعت نہ تھی اس لئے کچھ لوگ نماز کے علاوہ اوقات میں اس کو استعمال کرتے تھے۔

یہاں تک کہ ایک اور واقعہ پیش آیا کہ چند صحابہ کرامؓ کی ایک جگہ دعوت ہوئی۔ کھانے کے بعد حسب دستور شراب کا دور چلا۔ اس کے بعد نشہ کی حالت میں شعروشاعری شروع ہوئی جس میں آپس میں تکرار کی نوبت آئی اور ایک انصاری نوجوان نے غصہ میں ایک دوسرے صحابی کے سر پر اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ماردی۔ جس سے وہ زخمی ہوگئے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی۔ اسی وقت جناب نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی۔ یا اللہ! شراب کے بارے میں کوئی واضح بیان اور قانون عطا فرمادے۔

اس پر شراب کے متعلق سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں شراب کو قطعاً حرام قرار دیا گیا ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ...... الخ﴾

اس آیت میں صراحتاً شراب کی حرمت نازل ہوگئی۔

ان آیات کے نازل ہوتے ہی ایک دم شراب کے تمام برتن توڑ دیئے گئے۔ مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں شراب بہنے لگی اور تمام مسلمانوں نے شراب سے توبہ کرلی۔ اور اس طرح ۳ھ ہجری میں شراب اسلام میں مکمل بند ہوگئی۔

سات وجوہ سے شراب اور جوئے کی حرمت:

سورۃ مائدہ کی آیت میں شراب اور جوئے کو ﴿رِجْسٌ﴾ یعنی گندی چیز بتایا ہے اور پھر سورہ اعراف میں ﴿یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ فرمایا ہے۔ اس

تصریح کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص شراب اور جوئے کو حرام نہ سمجھے تو اس کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے ایسا شخص ملحد اور بے دین اور کافر ہے۔ پھر یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اگرچہ قرآن مجید میں شراب کے لئے لفظ حرام استعمال نہیں فرمایا لیکن اس کی حرمت کی وجوہ بتادی اور سات باتیں فرمادی ہیں۔ جن کے ذکر سے واضح طور پر حرمت کا اعلان بار بار فرمایا گیا۔

۱۔ اول تو یہ فرمایا کہ شراب اور جوا ''رِجْسٌ'' یعنی گندی چیزیں ہیں۔

۲۔ پھر یہ فرمایا ﴿مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ﴾ کہ یہ شیطانی کاموں میں سے ہیں۔

۳۔ پھر فرمایا ﴿فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ کہ اس سے بچو۔

۴۔ پھر فرمایا ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ جوئے اور شراب میں مشغول ہونا ناکامی کا سبب ہے جو دنیا اور آخرت میں سامنے آئے گی۔

۵۔ پھر فرمایا ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے اندر دشمنی اور بغض ڈال دے۔

۶۔ پھر فرمایا ﴿وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ کہ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکنا چاہتا ہے۔

۷۔ پھر آخر میں فرمایا ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ کیا تم باز آنے والے ہو؟

غور کریں کہ کتنی وجوہ سے شراب اور جوئے سے منع فرمایا ہے۔ ایسے صاف اور واضح بیان کے ہوتے ہوئے جو شخص شراب اور جوئے کو حلال کہے گا اس کی بدبختی اور بے دینی میں کیا شک ہے۔ (انوارالبیان ص ۱۷۱ ج ۳)

شرابی کے بارے میں وعید:

﴿وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلاً قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ شَرَابٍ يَشْرِبُوْنَهُ بِاَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهُ الْمُزْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَوَ مُسْكِرٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ لِمَنْ يَّشْرِبُ الْمُسْكِرَ اَنْ يُّسْقِيَهُ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ قَالَ عَرَقُ اَهْلِ النَّارِ اَوْ عَصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ﴾

(مظاہر حق ص ۶۴۸)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص قسم کی شراب کے بارے میں سوال کیا جو اس علاقہ میں پی جاتی تھی۔ جس کو "مزر" کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس آدمی سے پوچھا کہ کیا وہ نشہ پیدا کرتی ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں اس سے نشہ ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ (اصولی بات یہ ہے) ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ مزید آپؐ نے

فرمایا کہ سنو نشہ پینے والے کے لئے اللہ کا یہ عہد ہے جس کا پورا کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ وہ آخرت میں اس کو "طينة الخبال" ضرور پلائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ "طينة الخبال" کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا پسینہ یا فرمایا کہ دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا لہو و پیپ۔

تشریح: اس حدیث میں راوی کو شک ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے "طينة الخبال" کی وضاحت "عرق اهل النار" یعنی دوزخیوں کا پسینہ یا "عصارة اهل النار" یعنی دوزخیوں کے جسم سے بہنے والا پیپ اور خون سے کی ہے۔ لیکن اتنی بات معلوم ہوگئی کہ شراب پینا بہت بڑا گناہ ہے اور سب برائیوں کی جڑ ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے تمام برائیاں ایک گھر میں جمع ہیں اس کا قفل زنا اور کنجی شراب ہے اور تمام اچھائیاں ایک گھر میں جمع ہیں اسکا قفل نماز اور کنجی وضو ہے۔

ایک عبرت انگیز واقعہ:

غالباً بنی اسرائیل میں ایک شخص گذرا ہے اس کا واقعہ ہے۔ نیک آدمی تھا، ایک عورت اس کو ورغلا کر لے گئی اور اس کو کہنے لگی کہ یا تو شراب پی لے یا اس معصوم بچے کو (جو کہ وہاں موجود تھا) قتل کردے یا پھر میرے ساتھ زنا کر۔

ان تین باتوں میں سے ایک بات کرنی ہوگی، ورنہ ابھی سارے محلے کو اکٹھا کرتی ہوں اوران کو بتاتی ہوں کہ یہ میرے گھر میں بری نیت سے آیا ہے۔

اب وہ پھنس گیا بے چارا۔سوچا کہ اگر بچے کو قتل کرتا ہوں تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اس سے منہ کالا کرتا ہوں تو یہ اور بڑا گناہ ہے۔شراب پیتا ہوں تو یہ بھی کبیرہ ہے لیکن اس نے سوچا کہ چلو شراب جو ہے یہ کم ازکم صرف میری جان تک ہے۔ یہ گناہ متعدی تو نہیں۔ آگے تو نہیں جائے گا اس لئے میں شراب پی لیتا ہوں اس نے اس گناہ کو چھوٹا سمجھا۔ اللہ نے کیسے عذاب میں مبتلا کر دیا؟ جب اس نے شراب پی، شراب کے بعد اس کی عقل زائل ہوگئی اوراس نے پہلے اس عورت کے ساتھ زنا کیا پھر بچے کو بھی قتل کر دیا وہ بھی ہو گیا یہ بھی ہو گیا۔ شراب بھی پی لی۔ فرمایا شراب جو ہے اس سے خانہ خراب ہوتا ہے شراب کا انجام برا ہوتا ہے۔

شراب کا نتیجہ جوا اور بے حیائی

فرمایا ﴿وَلَا تَشْرِبَنَّ خَمْراً﴾ اور جیسے میں نے عرض کیا اس میں ساری چیزیں شامل ہیں۔ جتنی بھی نشہ آور چیزیں ہیں یہ سب شامل ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ نشہ کرتے ہیں انکی زندگی کس طرح برباد ہو جاتی ہے؟ زندگی تباہ ہو جاتی ہے، صحت برباد ہو جاتی ہے، پیسہ ختم ہو جاتا ہے، ماں بہن میں تمیز نہیں رہتی۔ بعض لوگ شراب پیتے ہیں جب ان کا نشہ ٹوٹتا ہے تو

پھر اس کے لئے سارے کام کرتے ہیں۔ پھر جوا بھی کھیلتے ہیں، پھر ڈاکے بھی ڈالتے ہیں، پھر چوریاں بھی کرتے ہیں، اور پھر جناب جوئے کے اندر مکان ہار گیا، گاڑی ہار گیا، بعض بدقسمت بیوں کو بھی ہار دیتے ہیں، جوئے میں بیوی لگا دیتے ہیں کہ چل میں ہار گیا تو میری بیوی لے جا۔ وہ ہار گیا تو دوسرا بیوی لے گیا اپنی غیرت کا خود جنازہ نکالا شراب کی وجہ سے! تو اس لئے فرمایا کہ اس کے قریب نہ جانا، یہ ہر بے حیائی اور برائی کی جڑ ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپکو، سب کو اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ برے اعمال سے سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

﴿وَاِیَّاکَ وَالْمَعْصِیَۃَ فَاِنَّ الْمَعْصِیَۃَ حَلَّ سَخَطُ اللّٰہِ﴾

نافرمانی سے بچو اس لئے کہ ہر نافرمانی سے اللہ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔

یہ دس نصیحتوں میں سے پانچویں نصیحت ہے جو حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمائی۔

موجودہ دور کے اعتبار سے اس نصیحت کو دیکھا جائے تو بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کل اعمال صالحہ کی طرف سے بہت غفلت ہے اور گناہوں کی طرف رغبت زیادہ ہے۔ ورع اور تقوی کی جانب توجہ بہت کم ہے جو لوگ دین دار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی گناہوں میں مبتلا ہیں اور ہر ایک نے اپنی مرضی سے تھوڑی بہت دین داری اختیار کر رکھی ہے۔ اسی کو کافی سمجھے ہوئے ہیں اور باقی دین میں جو شریعت کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں انکی اصلاح اور ان سے بچنے کا بالکل اہتمام نہیں لاکھوں افراد ایسے ہیں جو اپنے دعوی میں مسلمان ہیں لیکن گناہوں میں سر سے پاؤں

تک لت پت اور فسق وفجور میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ انہیں اپنے گناہوں کے گناہ ہونے کا بھی احساس نہیں اور نہ ہی ان گناہوں کے نقصانات کا اندازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے اور اس کے نقصانات سے محفوظ فرمائیں (آمین)

گناہوں کے نقصانات اور اس کے بدلہ دنیا میں سزا

یہ بات طے ہے کہ جس طرح نیکیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا وعدہ ہے اسی طرح گناہوں کے نقصانات اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ بھی ہوتی ہے۔

اعمال تو سبب ہیں جزا وسزا کے قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے اس کا تذکرہ موجود ہے۔ کس کو نہیں معلوم کہ وہ کونسا عمل ہے جس نے ابلیس کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینکا یہی وہ اللہ کی نافرمانی ہی تو ہے جس کی بدولت وہ ملعون ہوا۔ رحمت کی بجائے لعنت نصیب ہوئی۔

وہ کیا چیز ہے کہ جس کی بدولت ہوائے تند کو قوم عاد پر مسلط کیا گیا یہاں تک کہ زمین پر پٹخ پٹخ کے مارے گئے۔ وہ کون سی چیز ہے جس سے قوم ثمود پر ایسی چیخ آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور سب کے سب ہلاک ہو گئے وہ کیا چیز ہے جس نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں آسمان تک لے جا کر الٹی گرائی گئیں اور اوپر سے پتھر برسا کر تباہ و برباد کر دی گئیں۔ اندازہ لگائیں کہ ان لوگوں نے گناہوں کی بدولت دنیا میں کیا کیا نقصانات اٹھائے اور کس انجام سے دوچار ہوئے۔

حضرت ابودرداءؓ کا ایک عجیب واقعہ

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب قبرص فتح ہوا تو حضرت جبیر بن نضرؒ نے حضرت ابودرداءؓ کو دیکھا وہ اکیلے بیٹھے رو رہے تھے حضرت جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ابودرداءؓ یہ تو بڑا مبارک دن ہے اتنی عظیم فتح نصیب ہوئی آج تو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی ہے یہ رونا کیسا؟

انہوں نے جواب دیا کہ اے جبیر! افسوس ہے تم نہیں سمجھتے جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسے ذلیل اور بے قدر ہو جاتی ہے دیکھو کہ یہ قوم برسر حکومت تھی اللہ کا حکم چھوڑ نا تھا کہ ذلیل و خوار ہو گئی جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔

بعض گناہوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوری پکڑ و گرفت

ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ہیں جس سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔

(۱) جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام علی الاعلان ہونے لگیں تو اس قوم کے لوگ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں نہیں ہوئیں۔

(۲) جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی تو قحط وتنگی اور حکام کے مظالم میں مبتلا ہوگی۔

(۳) جب کوئی قوم زکوۃ دینا بند کردے تو ان پر کبھی بارش نہ ہولیکن جانوروں کی بدولت ایسا نہیں ہوتا۔

(۴) جب کوئی قوم عہد شکنی کرنے لگ جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم پر دوسری قوم کے دشمنوں کو مسلط کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم بھی کریں گے اور ان کے مال و دولت سب کچھ کو چھین لیں گے۔

(۵) اور جب لوگ زنا کو امر مباح کی طرح بے باکی سے کرنے لگ جاتے ہیں شراب کو پیتے ہیں اور معازف (ڈھول باجے) بجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو آسمان میں غیرت آتی ہے زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلا ڈال۔ (پھر زلزلہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔)

یہ وہ پانچ گناہ ہیں جس کا ردعمل فوری طور پر اللہ کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

(جزاء الاعمال)

کسی بھی گناہ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئیے :

جس طرح بڑے گناہوں سے بچنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح جو گناہ ہلکے اور صغیرہ سمجھے جاتے ہیں ان سے بھی بچنے کا اہتمام ہونا چاہئے کیونکہ یہی چھوٹے گناہ آگے چل کر بڑے گناہ کے لئے پیش خیمہ بن جاتے ہیں اور قیامت کے دن معمولی سمجھے جانے والے گناہوں کی بھی باز پرس ہوگی۔

ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ اپنے کو ان گناہوں سے بچانے کی خاص طور سے کوشش اور فکر کرو جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہونے والی ہے۔

اگر چہ اس کی خاص مخاطب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں لیکن درحقیقت یہ انتباہ اور یہ ہدایت ونصیحت حضور ﷺ کی طرف سے اپنی امت کے سب مردوں اور عورتوں کے لئے ہے۔

گناہ کرنے سے دل زنگ آلود ہو جاتا ہے

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا دل بالکل صاف ہوتا ہے جب وہ گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک کالا نقطہ پڑ جاتا ہے جب توبہ کر لیتا ہے تو وہ

مٹ جاتا ہے اور دل صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر توبہ نہ کرے ساتھ ہی دوسرا گناہ کرلے تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ گناہ سے اور ہر غلطی سے اپنے آپ کو بچاتے رہنا چاہئیے اور اگر ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار اللہ کی بارگاہ میں کرلیا جائے حدیث میں فرمایا کہ تمام اولاد آدم خطا کار ہیں اور اچھے خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرلیں۔

جتنے بھی گناہ ہوں توبہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان! بے شک تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید لگائے رہے گا میں تجھ کو بخشوں گا تیرے گناہ جو بھی ہوں اور میں کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا ہوں۔

اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں کو پہنچ جائیں پھر (بھی) تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں اے انسان اگر تو اتنے گناہ لے کر میرے پاس آئے جس سے ساری زمین بھر جائے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اتنی ہی بڑی مغفرت سے تجھ کو نوازوں گا جس سے زمین بھر جائے۔

(ترمذی ص، ۵۰۹ ابواب الدعوات)

یہ حدیث مومن بندوں کے لئے اعلان عام ہے جو شہنشاہ حقیقی کی طرف

سے نشر کیا گیا ہے انسانوں سے لغزشیں اور خطائیں ہو جاتی ہیں۔ احکام کی ادائیگی میں خامی رہ جاتی ہے مواظبت اور پابندی میں فرق آ جاتا ہے۔

چھوٹے بڑے گناہ اپنی نادانی سے بندہ کر بیٹھتا ہے اللہ پاک نے اپنے بندوں کی مغفرت کے لئے یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ عجز وانکساری کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں مضبوط امید رکھتے ہوئے مغفرت کا سوال کرو دل شرمندہ اور پشیمان ہو۔ ہائے مجھ ذلیل وحقیر سے مولائے کائنات خالق موجودات تبارک وتعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگئی اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرے اس پر اللہ جل شانہ مغفرت فرمادیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ﴿لا ابالی﴾ (یعنی بخشنے میں مجھ پر کوئی بوجھ نہیں مجھے کسی قسم کی کوئی پرواہ نہیں نہ بڑے گناہ بخشنے میں کوئی مشکل ہے نہ چھوٹا گناہ معاف کرنے میں کوئی مانع ہے۔)

توبہ کرنے والا بے گناہ ہو جاتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہیں۔

(معارف الحدیث)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

﴿وَاِیَّاکَ الْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَکَ النَّاسُ﴾

اے معاذ جب جہاد ہو رہا ہو کفر اسلام کی جنگ ہو رہی ہو تو میدان جنگ سے نہ بھاگنا اگر چہ سارے لوگ ہلاک ہو جائیں۔

یہ نصیحت حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمائی۔ میدان جہاد مسلمانوں کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ مسلمان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں اترتا ہے اس سے اس کا مقصود صرف اور صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے کسی مادی فائدہ کیلئے یا کسی لالچ کے لئے میدان میں نہیں اترتا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق رکھنے والے کے لئے بہت ہی زیادہ معیوب ہے کہ کوئی اس کو چاہنے والا میدان جہاد سے ڈر کے مارے بھاگ جائے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے کوئی یہ ہرگز نہیں کہے گا کہ فلاں آدمی میدان جہاد سے بھاگ گیا ہے بلکہ کہنے والے یہ کہیں گے مسلمان بھاگے اس طرح یہ دھبہ اسلام پر جا لگتا ہے اسی لئے حضور ﷺ نے

حضرت معاذ بن جبلؓ کو یہ نصیحت فرمائی کہ میدان جہاد سے بھاگنا نہیں جہاں دوسرے شہید ہوں۔ وہاں تم بھی شہید ہو جاؤ۔

مقصد جہاد

سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾

اور لڑو ان (کفار و مشرکین) سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ تعالیٰ ہی کا۔ (ترجمہ شیخ الھند)

اسی طرح سورہ انفال میں فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾

اور لڑتے رہو ان (کفار و مشرکین) سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا۔ (ترجمہ شیخ الھند)

جہاد کا عمل صرف اور صرف فتنے و فساد اور بدی کو ختم کرنے کے لئے ہے تا کہ کفر و شرک کی شوکت باقی نہ رہے۔

میدان جہاد سے بھاگنے کی سزا:

قرآن کریم کی سورہ انفال کی یہ آیت بڑی اہمیت رکھتی ہے جس میں اہل ایمان کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے فرمایا:

﴿یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفاً فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ اِلَّا مُتَحَرِّفاً لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزاً اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَأْوَاہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جب کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے ایسے موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس وقت تمہارا مقابلہ کافروں سے ہو رہا ہو تو ڈر کر بھاگنا نہیں چاہئے بلکہ مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہئے جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا بہت سخت گناہ اور اکبر الکبائر میں سے ہے مسلمانوں سے اگر کافروں کی تعداد دگنی ہے تو اس وقت تک پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی گئی مگر دو موقعوں پر ایک تو یہ کہ اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت سے ہو مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہے دوسرا موقع یہ کہ ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہوگئی یہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے تو ایسی پسپائی جرم نہیں خوب سمجھ لیں گناہ اس وقت ہے جب کہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو اور گناہ بھی کیسا فرمایا:

﴿فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَأْوَاہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾

اولاً وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہوگا اور آخری انجام یہ کہ ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی، ایک شرک باللہ دوسرے والدین کی نافرمانی اور ان سے سرکشی تیسرا میدان جہاد سے فرار۔

صحیحین میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سات کاموں کو انسان کے لئے مہلک فرمایا ان میں میدان جہاد سے بھاگنا بھی شمار فرمایا بہرکیف یہ ایک حرام فعل ہے کہ میدان جہاد میں مسلمان راہ فرار اختیار کرے۔

اسی قتال کی بدولت تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے میں اس کی جان اور اس کا سب کچھ خرید لیا ہے یعنی جس طرح خرید و فروخت میں اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ نے ایمان والوں سے عقد معاوضہ کیا ہوا ہے سورہ توبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ،الخ﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کی عوض خرید لیا ہے کہ انکو جنت ملے گی (اور خدا کے ہاتھ مال و جان بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ) وہ لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) لڑتے ہیں جس میں وہ (کبھی) قتل کرتے ہیں اور (کبھی) قتل کئے جاتے ہیں (یعنی وہ بیع جہاد کرنا ہے خواہ اس میں قاتل ہونے کی نوبت آئے یا مقتول ہونے کی) اسی قتال پر ان سے جنت کا سچا وعدہ کیا گیا ہے تو

رات میں بھی اور انجیل میں بھی اور قرآن پاک میں بھی اور اللہ سے زیادہ
اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے...........الخ

روایت میں آتا ہے کہ یہ آیت سن کر سب سے پہلے حضرت براء بن معرورؓ اور ابوالھیثمؓ اور اسعدؓ نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ دیا کہ ہم اس پر تیار ہیں۔

اس سے زیادہ سود مند تجارت اور کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا اور پھر شفقت کی انتہاء یہ کہ خریدا ہوا مال ہونے کے باوجود آج ہماری ملکیت کی کوئی چیز ان کی نہیں ہر چیز پر ہمارا قبضہ برقرار ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ عجیب بیع ہے کہ مال اور قیمت دونوں تمہیں دے دیئے گئے۔ کسی عارف نے بھی خوب کہا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
سچ تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بہرکیف جہاد ہی کی بدولت یہ سب عنایات ہیں اور اسی سے ہم اپنی پیٹھ دکھا کر میدان جہاد سے بھاگیں؟ یہ بڑی بدنصیبی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں جہاد کی عظمت قائم رکھے۔ اور ہمیں دشمنوں کے مقابلہ میں غالب رکھے آمین۔

ساتویں نصیحت

﴿وَاِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوۡتٌ وَاَنۡتَ فِیۡهِمۡ فَاثۡبُتۡ﴾

(اے معاذ) جب تم کسی جگہ رہو جہاں کوئی جان لیوا بیماری آ گئی ہو مثلاً طاعون ہیضہ وغیرہ جس سے لوگ مرنا شروع ہو گئے تو تم وہاں ثابت قدم رہنا۔(موت کے ڈر سے وہاں سے نہ بھاگنا)

تشریح: حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یہ نصیحت فرمائی کہ اے معاذ اگر تم کسی ایسی جگہ میں ٹھہرے ہوئے ہو جہاں کوئی وبا پھیل جائے مثلاً طاعون، ہیضہ وغیرہ یا کوئی ایسی بیماری پھیل گئی جس سے لوگ مرنا شروع ہو گئے تو موت کے ڈر کی وجہ سے وہاں سے نہ بھاگنا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا کام یہ نہیں ہے کہ وہاں سے اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگ جائے بلکہ اس کو چاہئے کہ صبر سے کام لے اور جس طرح سب مصیبتوں میں گھرے ہیں۔ اسی طرح برداشت کرے اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے وہیں پڑا رہے طاعون ایک عام بیماری اور وبا کا نام ہے جس علاقہ میں یہ بیماری پیدا ہوتی ہے

وہاں کی آب وہوا عام مزاج اور انسانوں کے جسم کی تمام ہی چیزیں اس بیماری کے جراثیم اور اس کے فساد سے متاثر ہوتی ہیں۔

طاعون میں مرنے والا شہید ہے

﴿عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ شَھَادَۃُ کُلِّ مُسْلِمٍ اِنْ مَاتَ عَلَیْہِ﴾

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طاعون (میں مرنا) ہر مسلمان کی شہادت ہے (بخاری و مسلم) مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص شہید کے اجر سے نوازا جاتا ہے۔

طاعون زدہ علاقہ میں صبر کرنے والوں کی فضیلت

﴿عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ عَذَابٌ یَبْعَثُہُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ وَاَنَّ اللّٰہَ جَعَلَہٗ رَحْمَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ لَیْسَ مِنْ اَحَدٍ یَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَیَمْکُثُ فِیْ بَلَدِہٖ صَابِراً مُحْتَسِباً یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُہٗ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اِلَّا کَانَ مِثْلَ اَجْرِ شَھِیْدٍ﴾

(رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے طاعون کی حقیقت دریافت کی تو آپ نے مجھے بتایا کہ (ویسے تو) یہ عذاب ہے جسے اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بھیجتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے (ان) مومنین کے لئے (باعث) رحمت قرار دیا ہے (جو اس میں ابتلاء کے وقت صبر کرتے ہیں) اور جس شہر یا جس جگہ طاعون ہو اور کوئی مؤمن اپنے اس شہر میں ٹھہرا رہے اور صبر کرنے والا اور خدا سے ثواب کا طالب رہے (یعنی طاعون زدہ علاقہ میں کسی اور غرض و مصلحت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی خاطر ٹھہرا رہے) نیز یہ جانتا ہو کہ اسے کوئی چیز (یعنی کوئی اذیت اور مصیبت) نہیں پہنچے گی مگر صرف وہی جو خدا نے (اس کے مقدر میں لکھ دی ہے اور جس سے کہیں مفر نہیں تو اس مومن کو شہید کے مانند ثواب ملے گا۔) (بخاری)

طاعون زدہ علاقہ کے بارے میں ایک واضح ہدایت

﴿عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰی طَائِفَةٍ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَوْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَیْه وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طاعون عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا یا یہ فرمایا کہ ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے (راوی کو شک ہے) لہٰذا جب تم کسی علاقہ

کے بارے میں سنو کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے تو وہاں مت جاؤ اور جس طاعون زدہ علاقہ میں (پہلے سے) موجود ہو تو وہاں سے نکل مت بھاگو۔

(بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث میں بنی اسرائیل کی جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے محدثین نے لکھا ہے کہ اس سے بنی اسرائیل کی وہ جماعت مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ﴿اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ یعنی داخل ہو جاؤ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے) مگر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ سرکشی اور نافرمانی کا مظاہرہ کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی و بغاوت کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب اتارا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ﴿فَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزاً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ابن مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ آسمانی عذاب طاعون تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اس بد بخت اور سرکش قوم پر نازل فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عذاب و بلاء میں مبتلا ہو کر اس قوم کے چوبیس ہزار بڑے بوڑھے آناً فاناً موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ طاعون زدہ علاقہ کے بارے میں اس حدیث میں دو ہدایتیں دی گئی ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ جس علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہو اور تم وہاں پہلے سے موجود نہ ہو تو اب طاعون پھیلنے کے بعد اس علاقہ میں نہ جاؤ اس سے منع اس لئے فرمایا جا رہا ہے تا کہ اپنی جان کو جانتے بوجھتے ہلاکت میں ڈالنا لازم نہ آئے۔

(۲) دوسری ہدایت یہ ہے کہ جس علاقہ میں پھیلا ہوا ہو اور تم وہاں پہلے سے موجود ہو تو اب محض علاقہ میں طاعون پھیلنے کی وجہ سے اس علاقہ سے نکل کر کسی

دوسری جگہ نہ بھاگو۔ کیونکہ اس طرح تکلیف اور پریشانی کے خوف سے اور موت کے ڈر کی وجہ سے بھاگنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تقدیر کے لکھے ہوئے فیصلہ سے فرار اختیار کرنا جو ایمان کی منافی ہے۔ اور ایک لاحاصل عمل ہے۔ لہٰذا عام وباء پھیلنے کے وقت کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا یہی ضابطہ ہے کہ جس جگہ وباء پھیلی ہوئی ہو۔ جائے نہیں اور جس جگہ پہلے سے موجود تھا وہاں سے بھاگے نہیں جو بھاگے گا وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اور راندہ درگاہ الٰہی ہوگا۔

ایک وہم کا ازالہ:

ہاں وباء کے علاوہ دوسرے بعض مواقع پر جہاں ہلاکت کا ظن غالب ہو بھاگنے کی اجازت ہے مثلاً کوئی شخص گھر میں ہو اور زلزلہ آ جائے یا گھر میں آگ لگ جائے یا اسی طرح کسی ایسی دیوار کے نیچے بیٹھا ہوا ہے جس کے گرنے کا خطرہ ہو تو جان بچانے کیلئے وہاں سے بھاگنا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اگر وہاں سے اپنی جان بچانے کے لئے نہیں بھاگے گا تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کا مجرم کہلائے گا۔ اور اللہ کے یہاں سزا کا مستحق ٹھرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

﴿وَانْفِقْ عَلٰی عِیَالِکَ مِنْ طَوْلِکَ﴾

(اے معاذ) اپنے اہل وعیال پر اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق خرچ کرو۔

تشریح: دس نصیحتوں میں یہ آٹھویں نصیحت ہے جو حضرت سرور کائنات ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمائی ہے اس نصیحت کے ذریعہ پریشانیوں سے دور رکھنا اور بچانا مقصود ہے اور حضرت معاذؓ کے ذریعہ امت کو اعتدال کا سبق دینا بھی مقصود ہے۔ اگر شریعت کے احکامات اور معاملات کو دیکھا جائے تو شریعت نے ہر چیز میں اعتدال اور میانہ روی پسند کی ہے۔ اس حدیث میں ایک طرف اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی تاکید فرمائی تو دوسری طرف اس کی یہ حد بندی بھی فرمائی کہ یہ خرچ اپنی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے نہ تو اس میں بخل کا معاملہ ہو اور نہ ہی حد سے تجاوز ہو بعض کم فہم لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اپنی محبت کا اظہار اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں کہ جوش میں آ کر اپنی طاقت اور

اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور بعد میں پریشانیاں اٹھاتے ہیں اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جتنی تمہاری وسعت ہے اور جتنی تمہاری توفیق ہے اتنا ہی اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا کبھی تمہیں پریشانی نہیں آئے گی۔

صدقہ میں احتیاط و اعتدال:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو (اپنے بعد) غنی چھوڑ جائے یعنی اپنے اہل وعیال کو بالکل فقیر نہ کر جائے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کرنا ان لوگوں سے شروع کرو جن کی عیال داری تمہارے ذمے ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری بیوی کہہ رہی ہو کہ یا تو میرا خرچہ اٹھاؤ ورنہ مجھے طلاق دے کر آزاد کرو اور تمہارا غلام کہہ رہا ہو کہ یا تو میرا خرچہ دو ورنہ مجھے (کسی دوسرے کے ہاتھ) فروخت کر دو اور تمہارے بچے کہہ رہے ہوں کہ (ابا جان) ہمیں کس کے اوپر چھوڑ کر جا رہے ہو۔

(الترغیب والترہیب/ج ۲ بحوالہ ابن خزیمہ)

نفلی صدقات کو ترجیح دینے والوں کے لئے اہم سبق

اس حدیث میں راہ اعتدال اور فرق مراتب کا سبق امت کو بتایا گیا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے جو لوگ مختلف قسم کے

نفلی کاموں میں خوب خرچ کرتے ہیں اور دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کی طرف سے غافل اور لاپرواہ رہتے ہیں انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ ان کے بیوی بچے کس حال میں ہیں انہوں نے صبح سے کھایا پیا بھی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ بچوں کی تربیت اور ان کی دیکھ بھال اور ان بال بچوں کا خرچہ واجب ہے اور ان کو اپنی حیثیت کے مطابق معاشی تنگی اور پریشانیوں سے بچانا اول فریضہ ہے اس کے برخلاف نفلی کام اور نفلی صدقات بعد کے کام ہیں ان کو کرنے یا نہ کرنے اس میں حصہ لینے یا نہ لینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن اگر بال بچوں کے خرچہ سے لاپرواہی برتی تو اللہ کے یہاں ہم مجرم ہیں اور ہماری پکڑ ہے اس لئے ہر کام میں خصوصاً دعوت وتبلیغ ونفلی صدقات کے کام میں راہ اعتدال اور فرق مراتب کا لحاظ کرنا ضروری ہے اور یہ ایمان کا ایک تقاضہ ہے۔

معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ خیرات کے عند اللہ مقبول ہونے کے چھ شرائط لکھے ہیں ان شرائط میں دوسرے نمبر کی شرط یہ ہے کہ طریق سنت کے مطابق خرچ کرنا اور طریق سنت یہ ہے کہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ کسی حقدار کی حق تلفی نہ ہو اپنے اہل وعیال کے ضروری اخرجات بغیر ان کی رضامندی کے بند یا کم کر کے صدقہ خیرات کرنا کوئی امر ثواب نہیں ہے۔ اسی طرح حاجتمند وارثوں کو محروم کر کے سارے مال کو صدقہ خیرات یا وقف کر دینا تعلیم سنت کے خلاف ہے۔ (معارف القرآن/ ج۱/ص ۶۳۵)

لوگ اس کو بہت بڑی نیکی تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ بہت بڑی جہالت اور نادانی ہے کہ اپنے اہل وعیال جو کہ ضرورتمند ہیں ان پر خرچ کرنے کے بجائے دوسری مدات میں خرچ کیا جائے اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں (آمین)

خرچ کرنے کی ترتیب:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا میرے پاس ایک دینار ہے اسے کہاں خرچ کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ذات پر خرچ کرو اس نے عرض کیا میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنے اہل (یعنی بیوی، ماں، باپ اور دوسرے اقرباء) پر خرچ کرو پھر اس نے عرض کیا (یا رسول اللہ) میرے پاس ایک اور دینار ہے فرمایا اب تم اس کے بارے میں زیادہ جان سکتے ہو۔ (یعنی اب اس کے بعد کے مستحق کو تم ہی بہتر جان سکتے ہو۔ جس کو اس کا مستحق سمجھو اسے دے دو)

بخل اور اسراف سے اجتناب:

ان تفصیلات کے ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ اعتدال کا دامن کسی طور پر نہ چھوٹنے پائے۔ خصوصی طور پر اعتدال کے ضمن میں دو چیزوں کا اہتمام رکھا جائے ایک تو یہ کہ بخل سے کام نہ لے اللہ تعالیٰ کو یہ اچھا نہیں لگتا کہ میرے دیے

ہوئے مال کو خرچ کرنے میں بندہ بخل سے کام لے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں نہ تو مکثار (زیادہ باتونی) داخل ہوگا۔ نہ بخیل اور نہ احسان جتلانے والا۔ (رواہ الترمذی)

اور ایک دوسری حدیث میں تو یوں فرمایا کہ مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں:

(۱) بخل (۲) بدخلقی (رواہ الترمذی)

دوسرے یہ کہ اسراف وتبذیر سے بچنے کا بھی اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ یہ شیطانی کام ہیں اور معاشرہ کے لئے برائیوں کا پیش خیمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَاماً﴾ (الفرقان ۶۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اس انداز سے خرچ کرتے ہیں کہ نہ حد سے زیادہ ہوتا ہے اور نہ حد سے کم بلکہ درمیانی راہ پر چلتے ہیں۔

سورہ انعام میں فرمایا:

﴿وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ﴾

اور بے جا خرچ نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں سے محبت نہیں فرماتے۔

معلوم ہوا کہ بے جا خرچ کرنا اور حد سے تجاوز کرنا خواہ کمی کی طرف ہو یا زیادتی کی طرف مال خرچ کرنے کے سلسلے میں ہو یا کسی کام میں اللہ کو سخت ناپسند ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

نویں نصیحت

﴿وَلَاتَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا﴾

(اے معاذ) اپنے اہل وعیال کو ادب سکھانے کے لئے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا (یعنی حسب وضرورت وموقع ان پر سخت بھی کیا کرنا)

تشریح...... دس نصیحتوں میں یہ نویں نصیحت ہے جو حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرمائی اس حدیث میں حضور ﷺ کا ایک مخصوص طریقہ کار ذکر فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ اولاد صراط مستقیم پر چلنے کے معاملہ میں والدین کی مرہون منت ہوتی ہے یعنی اگر اولاد بہترین اخلاق وکردار سے آراستہ اور دین کا شعور رکھتی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ والدین نے اس پر توجہ دے کر اسے اپنے احسانات کا ممنون بنادیا ہے اسی طرح اولاد کی غلط روی اور بدکرداری کی تمام تر ذمہ داری والدین پر ہوتی ہے۔

صرف ذاتی عمل نجات کے لئے کافی نہیں:

اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو صحیح دین پر کاربند کرنے اور رکھنے کی فکر بھی ہمارے فرائض میں داخل ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں سورہ بقرہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو بھی اپنے دین پر قائم رہنے کی وصیت اور تاکید کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اولاد اور مال کی محبت انسان کی آزمائش ہے حدیث میں ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی قیامت کے دن ہوں گے جنہیں اپنے اہل وعیال کی وجہ سے عذاب ہوگا کیونکہ وہ اپنی اولاد کی تربیت سے غافل رہے۔

اولاد کی تربیت سے والدین کا کنارہ کش ہونا اولاد کے بگڑنے کا سبب ہوتا ہے انسان کے ذمہ صرف خود اپنی اصلاح ہی واجب نہیں ہے بلکہ اپنے بیوی بچوں اور اپنے ماتحت جتنے بھی افراد ہیں ان کی اصلاح کرنا ان کو دین کی طرف لانیکی کوشش کرنا اور ان کو فرائض وواجبات کی ادائیگی کی تاکید کرنا اور گناہوں سے اجتناب کی تاکید کرنا انسان کے ذمے فرض ہے اس کے لئے چاہے جو بھی طریقہ اختیار کرنا کیوں نہ پڑے۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً......الخ﴾

اے ایمان والو ! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو بھی (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ بات صرف یہاں تک ختم نہیں ہوتی کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے بس اپنے آپ کو ہم اگر بچا کر بیٹھ جائیں اور مطمئن ہو جائیں کہ ہمارا کام ختم ہو گیا بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی آگ سے بچانا ضروری ہے۔ آج یہ پس منظر بکثرت نظر آتا ہے کہ آج کا مسلمان اپنی ذات میں دین دار ہے نمازوں کا بھی اہتمام ہے صف اول میں حاضر ہو رہا ہے اللہ کے راستے میں چلّے اور سال کے لئے بھی نکل رہا ہے اپنا مال بھی خرچ کر رہا ہے اور اوامر ونواہی پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے...... لیکن اس کے گھر کو دیکھو اس کے بیوی بچوں کو دیکھو تو ان میں اور اس میں آسمان وزمین کا فرق ہے یہ کہیں جا رہا ہے بیوی بچے کہیں جا رہے ہیں اس کا رخ مشرق کی طرف ہے تو بیوی بچوں کا رخ مغرب کی طرف ہے ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ ایسے دین داروں کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے...... یاد رکھئے ہم یہ کہہ کر جان نہیں بچا سکتے ہیں کہ ہم تو اپنے عمل کے مالک ہیں اولاد دوسرے راستے پر جا رہی ہے تو ہم کیا کریں۔ قرآن کریم نے آگ کا لفظ استعمال کر کے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ ماں باپ کو اپنی اولاد کو گناہوں سے اس طرح بچانا چاہئے جس طرح ان کو آگ سے بچایا جاتا ہے۔ ہماری اجتماعی پیچیدگیوں میں سب سے بڑی پیچیدگی اولاد کی تعلیم وتربیت کے معاملہ میں پیش آتی ہے۔

زندہ قوموں کی پہچان:

حالات کچھ بھی ہوں زندہ قومیں ہمیشہ تعلیم و تربیت کے نظام کو اپنانے اور اس سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش میں رہتی ہیں تعلیم و تربیت کا عمل اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب بچہ سوچ و سمجھ کے مرحلہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں تعلیم کی طرف تو کچھ توجہ ہے بھی...... مگر اسلام کے دیئے ہوئے تربیت کے نظام کی طرف سے غفلت اور بے اعتنائی برتی جارہی ہے جس کی وجہ سے ہمارے بچوں میں دین و مذہب سے بے زاری اور دوری غیروں کے مقابلہ میں کچھ کم نظر نہیں آتی بلکہ کچھ زیادہ ہی معلوم ہوتی ہے جس کے انجام بد کا مشاہدہ خود آئے دن والدین کرتے رہتے ہیں اس لئے والدین کی ذمہ داری ہے اور ضرورت بھی ہے کہ شریعت اسلامیہ کے تعلیم کردہ اصول کے مطابق اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت کی جائے تاکہ بچے امت کے لئے خیر و صلاح کا سبب بن سکیں۔

بچوں کی تربیت کے لئے اسلام کا مخصوص طریقہ کار

بچوں کی اصلاح و تربیت کے سلسلے میں اسلام کا اپنا ایک مخصوص طریقہ کار ہے چنانچہ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ اگر بچے کو پیار و محبت سے سمجھانا فائدہ دیتا ہو تو والدین یا

مربی کے لئے اس سے قطع تعلق کرنا اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا اس کو مارنا پیٹنا قطعی طور پر درست نہیں ڈانٹ ڈپٹ ہی کافی ہے ہاں اگر اصلاح وتربیت سمجھانے بجھانے سے نہ ہوتو پھر ایسی صورت میں مارنے کی اجازت ہے اور اتنی کہ جو حدود کے اندر ہو ظالمانہ اور بے رحمانہ طریقہ سے نہ ہو۔ حدیث مذکورہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے مربی کو کبھی اولاد کی طرف سے غفلت نہیں برتنی چاہئے چاہے اسے جو بھی طریقہ اختیار کرنا پڑے۔

بچوں کے مارنے کا حکم اور اس کی حد

﴿عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عن ابيه عن جده رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس سال کی عمر کے ہو جائیں (پھر بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو نماز نہ پڑھنے پر مارو (اسی طرح تمام دوسری عبادات کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے) اور ان کے بستر بھی الگ کر دو۔ (یعنی دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ایک بستر پر دو بچوں کو نہ سلاؤ)

اس حدیث میں پہلا حکم یہ دیا ہے سات سال کی عمر سے نماز کی تاکید شروع کر دو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سات سال سے پہلے بچوں کو کسی چیز کا

مکلّف کرنا بھی مناسب نہیں دوسرا حکم یہ دیا کہ جب دس سال کا ہو جائے تو اس وقت نہ صرف تادیباً مارنے کی اجازت دی بلکہ مارنے کا حکم دیا ماں باپ کو پیار و محبت اور شفقت کو بالائے طاق رکھنے کا حکم دیا کہ اب وہ نماز نہ پڑھے تو اس کو ماریں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ مربی یا ماں باپ کے لئے بچے کو اس حد تک مارنا جائز ہے جس سے بچے کے جسم پر نشان نہ پڑے آج کل جو یہ بے تحاشہ مارنے کی صورت ہے یہ کسی طرح جائز نہیں اس لئے استاذ ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچے کو اس طرح نہ ماریں کہ اس سے زخم ہو جائے یا نشان پڑ جائے۔

بچوں کی تربیت میں ماحول کا اثر

ایک اہم اور آخری قابل غور بات یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو ماں باپ بچوں کے اخلاق و کردار سنوارنے کی فکر میں رہتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ جس سے وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں مثلاً برے دوستوں سے چشم پوشی کر جاتے ہیں جاسوسی یا فحش کتابچوں کے پڑھنے سے منع نہیں کرتے گانے بجانے فلمی تماشوں کی محفلوں میں بلا روک ٹوک جانے کی اجازت دے دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس قسم کے ماحول میں بچوں کو رکھتے ہوئے یہ امید رکھنا کہ وہ اچھے اور قابل فخر بچے بنیں گے یہ خوش فہمی ہی ہو گی اور حاصل کچھ نہ ہو گا۔ اپنے اولاد کے اعمال و اخلاق کے درست کرنے پر توجہ دیں تا کہ اللہ کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

﴿وَاَخِفْهُمْ فِى اللّٰهِ﴾

(اے معاذؓ) ان کو (اپنے اہل وعیال کو) اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔

یہ نویں نصیحت کا تکملہ ہے مطلب یہ ہے کہ محض ڈنڈے ہی کے زور سے کام نہ چلاؤ اس میں تو گھر والے صرف تم سے ڈریں گے۔ فکر یہ کریں کہ خدا سے ڈریں، ان کے دل میں خدائے پاک کا خوف بٹھانے کی کوشش کریں اگر خدا کا خوف بیوی بچوں کے دل میں بٹھا دیا تو فرائض کی ادائیگی میں اور گناہ چھوڑنے میں اور نوافل واذکار کے لگنے میں انہیں تکلیف محسوس نہ ہوگی جس کے سامنے قبر کے حالات بیان ہوتے رہتے ہوں۔ میدان حشر کی نفسی نفسی کا عالم بیان کیا جاتا ہو، دوزخ کے سخت عذاب کی کیفیت سنائی جاتی ہو وہ شخص کیسے گناہوں کی جرأت کرے گا اور کیونکر خدائے پاک کی رضا کا اور ہمیشہ کے آرام وراحت کی جگہ یعنی جنت کا طالب نہ ہوگا۔

ان نصیحتوں میں آخری دو نصیحتیں ایسی ہیں کہ ان کی طرف عورتوں کو

زیادہ توجہ دینا لازم ہے۔ کیونکہ مرد عموماً کمانے کے لئے نکل جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو مہینوں بلکہ برسوں میں نوکری سے واپس آتے ہیں، اس زمانہ میں بچوں کی دیکھ بھال اور ان کے دین وایمان کی نگرانی ماؤں ہی کے ذمہ ہوتی ہے اور یہ تو عموماً روزانہ ہوتا ہے کہ مرد گھنٹوں کے لئے ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں پیچھے بچے ماؤں کے حوالے رہتے رہیں اور سات آٹھ سال تک بچہ ماں ہی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، روزہ سکھائے اور کفر وشرک اور بدعت اور خدائے پاک کی نافرمانی سے بچائے اور دنیا وآخرت میں جو اس کے نقصانات ہیں ان سے آگاہ کرتی رہے تو پوری نسل کا اٹھان نیک اور صالح ہو کیونکہ سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ افسوس ہے آج کی مائیں اپنے بچہ کا ناس خود کھوتی ہیں، ان کو دین پر کیا لگاتیں بے دینی پر لگا دیتی ہیں، اس میں بچوں پر بھی ظلم ہوتا ہے اور اپنے آپ پر بھی۔

عورتیں اپنی اولاد کے لئے زیادہ پیسے والی ملازمت چاہتی ہیں، اس سلسلہ میں حرام وحلال کا بھی خیال نہیں کرتیں اور اولاد کو یورپ اور امریکہ کے بے شرم لوگوں کی پوشاک میں دیکھنا چاہتی ہیں اور دنیا ہی کو ان کی زندگی کا مقصد بنا دیتی ہیں، یہ مسلمان عورت کا طریقہ نہیں، اگر بچے زیادہ پیسے والی نوکری میں لگ گئے تو بنگلہ کوٹھی بنا کر رہنے لگے اور نمازیں غارت کرنے اور زکاتیں برباد کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جلیں گے جس کی آگ دنیا کی اس آگ سے انہتر درجہ زیادہ گرم ہے تو اس پیسے کوٹھی اور بنگلہ سے کیا نفع ہوا؟ باتیں تو ہماری خشک ہیں اور پرانی ہیں مگر ہیں صحیح جو برا مانے گا اپنا برا مانے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مؤلف کی دیگر تالیفات

ایک نظر میں

(۱) **ڈاڑھی قرآن وحدیث کی روشنی میں۔** (اضافہ شدہ اڈیشن) جس میں ڈاڑھی کے وجوب کو قرآن وحدیث اور ائمہ اربعہ کے مذاہب سے ثابت کیا گیا ہے اور اس کے طبی نقصانات وفوائد کو بھی واضح کیا گیا (صفحات ۶۴)

(۲) **نفل نمازیں قرب خداوندی کا ذریعہ۔** (اضافہ شدہ اڈیشن) جس میں مختلف اوقات کی نفل نمازوں کے فضائل ادائیگی کا طریقہ رکعات کی تعداد کو کتب حدیث وفقہ سے منتخب کر کے جمع کئے گئے ہیں (صفحات ۷۲)

(۳) **دس نصیحتیں۔** (اضافہ شدہ اڈیشن) جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک موقع پر نصیحت فرمائی تھی ان کو مکمل تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے (صفحات ۱۱۶)

(۴) **احسن الحکایات۔** جس میں انبیاء علیہ السلام اور اولیاء اللہ کے حکایات کو بہت دل نشیں انداز میں نذہتہ المجالس سے منتخب کر کے پیش کیا ہے (صفحات ۲۰۰)

(۵) **شاہرا جنت۔** جس میں چالیس وہ اعمال جن کے متعلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری سنائی ہے کہ ان اعمال کو انجام دینا دخول جنت کے موجب ہیں احادیث کے حوالہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہے (صفحات ۱۸۸)

(۶) **صحابہ کرام معیار حق وایمان ہیں؟** ایک اہم استفتاء اور اس کا تحقیقی جواب ہے جس میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت پر جو بعض ناداں اہل قلم حرف گری کرتے ہی ان کے دندان شکن جواب کے ساتھ صحابہ کرام کے فضائل کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ (صفحات ۶۴)

(۷) **دنیا سے آخرت تک۔** موت سے پہلے اور موت کے بعد کے حالات قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کئے گئے ہیں۔ (صفحات ۹۶)

(۸) **نماز دین کا ستون ہے۔** جس میں نماز کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور نماز کے مسائل کتب فقہ سے منتخب کر کے جمع کئے گئے ہیں۔ (صفحات ۴۸)